ذہن نشین ہوجائیگی،

کتابُ التوحید :- تالیف شیخ محمد عبد الوہاب نجدی، مترجمہ مولٰینا محمد سورتی۔

قرولباغ دہلی ص ۱۴۰ مع متن، قیمت ۸ عمر،

شیخ محمد عبد الوہاب نجدی کا مشہور رسالہ کتاب التوحید چند سال گذرے حکومت نجد و حجاز کی جانب سے شائع ہوا تھا، اب اوسی کا اردو ترجمہ مولانا محمد سورتی نے شائع کیا ہے، ترجمہ کے ساتھ اصل متن بھی درج ہے، جس کی چنداں ضرورت نہ تھی، ایک صفحہ کو دو کالم میں تقسیم کرکے ایک کالم میں متن اور دوسرے مین ترجمہ درج کیا ہے، رسالہ کی ابتدا مین شیخ محمد بن عبد الوہاب کے سوانح حیات اور اون کے مشن کو اجمالاً پیش کیا ہے کتاب التوحید مین جیسا نام سے ظاہر ہے، شیخ موصوف نے اپنے عقیدۂ توحید کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے، ترجمہ صاف اور رواں ہے،

الفتح المبین والجوہر الحسین، مترجمہ مولوی شیخ صالح باحطاب، حجم ۲۵۵ صفحے، لکھائی چھپائی اچھی، قیمت :- عہ، عزیزیہ ایجوکیشنل لائبریری نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن،

مولٰینا شیخ سالم باحطاب، حیدرآباد، دکن نے عربی مین در الثمین فی اصول الشرایعہ و فروع الدین، لکھی تھی، موصوف کے لائق خلف جناب مولوی شیخ صالح باحطاب نے اس کا اردو ترجمہ مصنف کی زندگی مین ایک ایک باب کو اونھین دکھا کر کیا، اور اب یہی ترجمہ الفتح المبین والجوہر الحسین کے نام سے شایع ہوا ہے، رسالہ مین مصنف نے سوال و جواب قائم کرکے اولاً عقائد توحید اور اصول دین کو بیان کیا ہے، پھر فقہ شافعی کے بموجب عبادات کا بیان ہے، اس کے بعد فرائض کا تذکرہ ہے، اور خاتمہ کا باب مبادی نصرت" کے نام سے ہے، اس اردو ترجمہ پر حیدرآباد دکن کے مختلف مشاہیر علما، کی رائین کتاب کے آخر مین درج ہین، اردو مین بالعموم فقہی رسالے فقہ حنفی کے بموجب ملتے ہین، اس رسالہ سے فقہ شافعی کا سرسری مطالعہ ہوجاتا ہے،

"ض"

جلد سی و یک ۳۱	ماہ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۳۳ء	عدد ۲

مضامین

شذرات

پنجاب یونیورسٹی کی مجلس تحقیقات نے دوسرے مضمون کے ضمن مین مشرقی علوم اور اورینٹل کالج لاہور کے
مسائل پر جو کچھ غور کیا ہے، اس کے متعلق مختلف افواہین اخبارات کے صفحون مین پڑھنے مین آرہی ہین، گو آج کل کے
کمیشنون کی اصطلاح مین اصلاح اور تخریب کے معنون مین بہت کم فرق ہے، تاہم ضرورت ہے کہ پنجاب کے اہل علم [اس]
موقع سے فائدہ اٹھاکر متحدہ یکجہتی سے کام لین، اور علوم مشرقی کی تعلیم مین وہ جدید مناسب اصلاحین جاری کرائین جو
وہ موجودہ ضروریات کا ساتھ دے سکے، طرز تعلیم، طریقۂ تعلیم، نصاب تعلیم، حقوق، یہ سب باتین بحث و اعتنا کے قابل ہ[ین]
اور بجائے اشخاص اور جماعتون کے متحدہ قوم کی طرف سے اس کا لائحہ پیش ہونا چاہئے، اور اس کے پیچھے پنجاب کے
اخبارات کی پوری طاقت ہو، ڈر ہے کہ اختلاف، جماعت داری، اور فرقہ پروری سے فائدہ کے بجائے نقصان [ہو]

ہمارے پاس یوفسنڈم (جرمنی) سے ایک جرمن فاضل ڈاکٹر ہرنڈ فان کلوبر KLUBER کا ایک جرمن [مضمون]
مع ایک بگڑے ہوئے اردو ترجمہ کے آیا ہے، جسمین موصوف نے یہ لکھا ہے کہ وہان کے انسانی عجائب خانہ مین ہندوستان کا بنا[ہوا]
ایک عربی کرہ (گلوب) ہے جسپر اسکے بنانے والے کا نام ضیاء الدین محمد بن قائم محمد بن ملا عیسیٰ بن شیخ الہداد ہمایونی اصطرلابی لاہوری
درج ہے، وہ اس پر ایک مضمون لکھنا چاہتے ہین، اور ہندوستان کے اہل علم سے اس بنانے والے کا حال دریافت کرتے ہین [اگر]
اس قسم کے کرے ہندوستان مین بھی اسکے بنائے ہوئے ہون تو وہ اُنکا بھی حال جاننا چاہتے ہین، ہم کو اب تک اس شخص کے
حال معلوم نہین ہو سکا ہے، اگر دوسرے اہل علم ہمکو اس کے متعلق کچھ مدد دے سکتے ہون، تو ممنونیت کا باعث ہوگا، اسکے
بنائے ہوئے دو اصطرلابون کا علم ہمکو ہے، ایک ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ مین ہے اور دوسرا مولانا ابوبکر صاحب جونپوری
[استاد] دینیات مسلم یونیورسٹی) کے پاس ہے، ہندوستان مین جن صاحبون کے پاس قدیم کرے یا اصطرلاب ہون براہ کرم وہ اُن

کاریگرون کے نامون اور تاریخون سے مطلع فرمائین، جو عموماً ان کرون اور اصطرلابون پر کھدے رہتے ہین، شاید کہین سے
کوئی مسئلہ حل ہو سکے، ہم اب تک اسکے متعلق جو کچھ پتہ لگا سکے ہین، وہ آئندہ حاضر خدمت ہوگا،

معارف کا مجموعۂ مضامین "اہل السنۃ والجماعۃ" رسالہ "اہل السنۃ والجماعۃ" کے نام سے چھپ کر شائع ہوا ہے، اسکا تامل ترجمہ
(ٹراونکور) کے اسلامیہ دار الاشاعۃ نے گذشتہ سال چھاپا تھا، اب ۱۹۳۳ء کے نئے سال مین حافظ محمد یوسف صاحب باقوی نے ایشیا
دار الاسلام مدراس کی طرف سے انگریزی زبان مین ترجمہ شائع کیا ہے، ہمکو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک بنگالی متعلم دار العلوم ندوہ
نے بنگالی مین اسکا ترجمہ کیا ہے،

تمام ہندوستان مین مسلمانون کی جتنی آبادی ہے، اسکی کسی قدر کم نصف تعداد بنگال مین آباد ہے، یہ حقیقت اس امر کو
واضح کرتی ہے کہ مسلمانون کی نگاہ مین بنگال کی اصلاح و ترقی کا مسئلہ کسقدر اہم ہونا چاہئے، تاہم یہ کس قدر قابل افسوس بات
ہے کہ بعض مسلمان اہل سیاست اسکو دوسرے صوبون کی مسلمان آبادی کی قیمت مین فروخت کرنا چاہتے ہین، اور بعضون نے
تو یورپین سوداگرون کے ہاتھون مین اسکو عملاً فروخت بھی کر ڈالا ہے، اس کے یہ معنی ہین کہ ہندوستانی مسلمانون کی
تقریباً نصف تعداد ہمیشہ کے لیے اپنے گھر کے اندر بیگانون کی غلام بنی رہے،

بہرحال ہم کو یہان انکی سیاسی غلامی سے زیادہ اُن کی ذہنی غلامی سے بحث ہے، ہندوستان کے تمام صوبون سے
زیادہ عربی و مذہبی تعلیم جہان جاری ہے وہ بنگال ہے، پٹنہ سے لیکر بنارس، الہ آباد، کانپور تک اور وہان سے لیکر دیوبند تک ہر جگہ
بنگال کے طالب العلمون کی کثرت ہے، ان کے علاوہ خاص بنگال کے چھوٹے بڑے مدرسون مین ساٹھ ہزار طالب العلم عربی کی تحصیل
مین مصروف ہین، با اینہمہ وہین سب سے زیادہ مذہبی و علمی جہالت کی عالمگیری ہے، اور وہین جاہل ملاؤن اور جاہل پیرون کی سب سے
زیادہ کھپت ہے، انگریزی تعلیم نے اس قرب کے باوجود بہت کم اثر کیا ہے، اور سنتے ہین کہ جاہل مولوی اب تک وہان انگریزی کو کفر کے برابر

سمجھتے ہین بلکہ روایتین تو یہان تک ہین کہ خود بنگالی زبان اُن کے ہان کافرون کی زبان سمجھی جاتی ہے، جبتک یہ صورت [illegible]
ہندوستان مین مسلمانون کے سب سے اہم صوبہ کی اصلاح کا کام خواب و خیال ہی، حالانکہ یہ تاریخی واقعہ ہے کہ بنگال کی بولی کو [illegible]
نے زبان کا درجہ دیا، اور اسکو علم وادب کے قابل بنایا، وہ بنگال کے مسلمان سلاطین ہین،

زبان گر بہر حق خوانی چہ عبرانی چہ سریانی

ہم نے پچھلے معارف مین بنگال کے مسلمانون کو اردو زبان کی طرف جو توجہ دلائی تھی، اُس کا منشا یہ نہ تھا کہ وہ [illegible]
صوبہ کی زبان کو چھوڑ کر اردو کی طرف توجہ کرین، بلکہ یہ منشا تھا کہ اپنی صوبہ وار زبان کے ساتھ ساتھ اس عمومی قومی زبان سے [illegible]
بہت کم وقت لیتی ہے بے توجہی نہ برتین، ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ اتنا حصہ ہندوستان کی اسلامی برادری سے گویا کٹ جائیگا، اور اسلامی [illegible]
کے پھیلنے مین سخت رکاوٹ پیش آئیگی، ورنہ ظاہر ہے کہ ہم تو اس تجویز کے حامی ہین کہ نہ صرف یہ کہ ان صوبون کے مسلمانون کو ان [illegible]
مہارت حاصل کرنی چاہئے، بلکہ ان زبانون کو بھی اسلامی لٹریچر کی فراوانی سے مسلمان بنا ڈالنا چاہیے"

ہمارے ملک مین افسانہ نویسی جس طرز کی جاری ہے اس کیلئے نہ علم کی ضرورت نہ مہارت انشا کی ہر وہ صاحب قلم جو [illegible]
کی باتون کو قید تحریر مین لانا جانتا ہو، وہ ہمارے ملک کا بڑا افسانہ نویس ہے، اس طرز تحریر مین نہ منطقی دلائل کی حاجت پڑتی [illegible]
نہ فلسفی نظریون کی، نہ تاریخی معلومات کی، نہ ادبی نکتہ دانی کی، نہ مذہبی علوم کی، بلکہ صرف اتنا سلیقہ کافی ہے کہ وہ مبتذل خیالات [illegible]
فحاشی اور عریان جذبات کو نامانوس ترکیبون، اور مضحکانہ فقرون مین ادا کرکے نوخیزون کو بہلا اور نوجوانون کو بہکا سکے،

مدیر نگار، کے افسانون کے بعد ابھی حال مین معاصر سچ لکھنؤ نے تفویض نام ایک افسانہ پیش کیا ہے، جسمین بے سبب
صحابۂ کرام اور ائمۂ مجتہدین کی نسبت نادانی سے دلآزار الفاظ استعمال کئے گئے ہین، اور اس ہفتہ سرفراز لکھنؤ نے ایک رکن
کونسل کے افسانون کے اقتباسات نقل کئے ہین جنمین خدا اور رسول پر پھبتیان کہی گئی ہین، کیا علم ودانش کے بعد اخلاق و آداب
بھی اس طبقہ سے رخصت ہو چکا،؟

مقالات

احادیث اسلام

ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی مولوی فاضل ایم اے، پی ایچ ڈی، پروفیسر اسلامیات کلکتہ یونیورسٹی
کے جن تین خطبات حدیث کی تالیف کا ذکر معارف مین پہلے آچکا ہے، وہ تینون خطبے موصوف نے ۱۴ دسمبر ۱۹۳۲ء
۱۵ دسمبر ۱۹۳۲ء اور ۲۰ دسمبر کو آشو توش بلڈنگ مین انگریزی مین دئے، ان تینون خطبون کا انگریزی خلاصہ
موصوف نے معارف مین اشاعت کے لئے بھیجا ہے جسکو ہم خوشی کے ساتھ شائع کرتے ہین، انگریزی کا اردو ترجمہ
مولوی محمد عزیر صاحب ایم اے ال بی رفیق دار المصنفین نے کیا ہے،

"معارف"

پہلا خطبہ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۲ء

پروفیسر موصوف نے خطبہ کے شروع مین پہلے لفظ "حدیث" کے معنی اور شعرائے جاہلیت کے کلام نیز قرآن مجید مین
اس کے استعمال کو بیان کرکے یہ دکھایا کہ کیونکر یہ لفظ اسلام کے وسیع اثر کے ماتحت اپنے اصلی معنی سے علحدہ ہو کر پیغمبر اسلام کے اقوال
واعمال کی روایات کے لئے استعمال کیا جانے لگا، اس موضوع پر زمانۂ حال کے یورپین مستشرقین نے جو کتابین لکھی ہین،
اُن کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد اُنھون نے بتایا کہ ڈاکٹر اسپرانگر سابق پرنسپل کلکتہ مدرسہ، پہلے یورپین مستشرق تھے جنھون نے
احادیث کا مطالعہ صحیح تنقیدی نظر کے ساتھ کیا، اور اپنی تحقیق وتفتیش کا بڑا حصہ کلکتہ مین پورا کیا،

اسپرانگر کے بعد سر ولیم میور آئے انھون نے تحقیق وتلاش سے جو مواد جمع کیا تھا، زیادہ تر اسی کی بنا پر مسلمانون
کی تدوین حدیث اور ان حدیثون کے صحیح اور مستند ہونیکی نسبت اپنی رائے کا اظہار کیا ہے،

گولڈزیہر جس نے اس موضوع کا ذاتی طور پر مطالعہ کیا تھا، احادیث اور متعلقات احادیث کے مطالعہ مین اپنی وسعت معلومات اور دقت نظر کے اعتبار سے اسپرنگر سے بھی کہین بڑھ گیا، اوس نے اپنی تحقیق کا بیشتر حصہ فن حدیث پر اپنی کتاب کی دوسری جلد مین شائع کر دیا ہے، یہ غیر معمولی کتاب اس موضوع پر ہمیشہ ایک مستند تصنیف سمجھی گئی،

اسی تصنیف پر زیادہ تر پروفیسر گیلام (Guillaume) کی کتاب "احادیث اسلام" مبنی ہے، موصوف کا شمار اُن ممتاز مستشرقین مین ہے جنھون نے احادیث کے وسیع لٹریچر کی ایک ضخیم فہرست تیار کی ہے، جو مشہور ولائق ڈچ مستشرق پروفیسر جے ڈبلو ونسنک (A. J. W. Wensinck) کی نگرانی مین شائع کی جارہی ہے، پروفیسر ونسنک نے عربی لٹریچر کی جو مستقل اور بیش قیمت خدمات انجام دی ہین وہ تمام دنیائے اسلام کو ہمیشہ اون کا ممنون احسان رکھین گی،

احادیث سے مسلمانون کا شغف تقریباً اسلام کے ساتھ ہی ساتھ شروع ہوا، اور اس وقت تک جاری ہے، اونھون نے احادیث کے لئے طویل، مشکل اور پرخطر سفر اختیار کئے، اون کو جمع کیا، ان کے مطالعہ کے سلسلہ مین عربی لٹریچر کی بہت سے شاخون کو قائم کرکے فروغ دیا، اور پھر ان احادیث اور قرآن کو بنیا قرار دیکر متعدد علوم دینیہ کو مدون کیا،

احادیث کے سلسلہ مین مسلمانون نے جس غیر معمولی سرگرمی کا ثبوت دیا ہی، دنیا کی علمی تاریخ اسکی نظیر سے خالی ہے، اُن کا نظام اسناد جسے اونھون نے احادیث کے سلسلہ مین قائم کیا، اسماء رجال پر وہ وسیع لٹریچر جو اونھون نے احادیث کے باقاعدہ اور ناقدانہ مطالعہ کی غرض سے تیار کیا، اور اون کی وہ کتابین جن مین صحیح اور موضوع حدیثون کو پہچاننے کے لئے موضوعات سے بحث کی گئی ہے، یہ سب آج بھی دنیا کی علمی تاریخ مین بے مثال ہین،

اگرچہ کچھ حدیثین خود آنحضرت صلعم کی حیات مین قلم بند ہو چکی تھین، تاہم دوسری صدی کی ابتدا تک اون کو یکجا کرنے کی کوشش نہین کیگئی، اوس صدی کے شروع مین حضرت عمر ثانی نے بعض محدثین کو وہ سب حدیثین جمع کرنیکی ہدایت

فرمائی جو مل سکتی تھین، چند مستند راویون کا بیان ہے کہ انھون نے مختلف صوبون کے علماء کے نام گشتی خطوط بھی جاری کئے کہ جتنی حدیثین مل سکین، جمع کر لیجائین، بعض عربی کتابون مین ہے، کہ حضرت عمر ثانی نے اس مجموعہ کو اپنی مملکت مین شائع بھی کر دیا تھا،

حضرت عمر ثانی کے بعد مختلف صوبون کے متعدد محدثین نے اس عظیم الشان کام کو اوٹھا لیا جسکی ابتدا خلیفہ موصوف نے کی تھی، اور حدیثون کے بہت سے مجموعے مرتب کئے، جن کا ذکر ابن الندیم نے کیا ہی، لیکن بدقسمتی سے آج وہ مجموعے مفقود ہین، پھر اس کے بعد خصوصاً آٹھوین اور نوین صدی عیسوی (دوسری اور تیسری صدی ہجری) مین اور بہت سے مجموعے تیار کئے گئے، یہ محفوظ ہین اور دنیا کے مختلف حصون مین مسلمان اون کو پڑھتے ہین،

ان مجموعون مین حدیثین مختلف اصولون کے ماتحت جمع کی گئی ہین، بعض مین وہ ان صحابہ کے نامون کے تحت مین جمع کی گئی ہین، جن کا آنحضرت صلعم سے روایت کرنا بیان کیا جاتا ہی، ایسی حدیثون کا عام نام "مسند" ہے بعض مین اُنھین مضامین کے لحاظ سے مختلف ابواب مین ترتیب دیا گیا ہے، یہ مصنف کے نام سے مشہور ہین بعض مجموعے وہ ہین جنمین حدیثین نہ تو صحابہ کے نامون کے تحت مین یکجا کی گئی ہین، اور نہ مضامین کے لحاظ سے، بلکہ حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ ان مستند راویون کے نامون کے نیچے لکھی گئی ہین، جن سے خود جمع کرنے والے نے ان حدیثون کو حاصل کیا ہے، ان کا عام نام "معجم" ہی،

یہ حدیثین جن کو مختلف ممالک کے مسلمانون نے بہتیری نسلون مین مسلسل محنت و جانفشانی سے جمع کیا تھا، آج تک علمائے اسلام کے زیر مطالعہ ہین، اور اس وقت بھی تمام دنیا کے مسلمانون کے لیے اپنے اندر ایک سرمایہ سعادت رکھتی ہین،

احادیث اور قرآن ہی پر مسلمانون کے نظام اجتماعی کی بنیاد ہے، اسی بنیاد پر مختلف اسلامی علوم کی یادگار عمارتین تعمیر کی گئین، احادیث و قرآن ہی مین مسلمان آج اپنی فلاح و ہدایت کی راہین تلاش کرتا ہی، اونھین پر موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق بجا طور پر اسلامی نظریہ کی از سر نو تاسیس کیجا سکتی ہی، جس طرح قرون وسطیٰ

کے بعض اسلامی فرقون کو اس وجہ سے فروغ حاصل نہ ہو سکا، کہ اونھون نے قرآن اور حدیث کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا تھا اسی طرح زمانۂ حال کے بہتیرے مصلحین کی کوششون کی ناکامی کا سبب بھی قرآن وحدیث سے اونکی بے پروائی ہی ہے،

دوسرا خطبہ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۲ء

آج کا خطبہ اصحاب رسول اللہ صلعم اور اون کی خدمات حدیث سے متعلق تھا،

لفظ اصحاب کے معنی اور صحابۂ کرام کی تعداد سے بحث کرنے کے بعد پروفیسر موصوف نے (۱۲۲) صحابہ کے نامون کی ایک فہرست سنائی اور ان حدیثون کی تعداد بتائی، جو اُن مین سے ہر ایک سے مروی ہین، اونھون نے بیان کیا کہ صرف گیارہ صحابی ایسے ہین جنھون نے پانچ سو سے زیادہ حدیثین بیان کین، ان مین سے سات ایسے ہین، جنھون نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثین بیان کین، محدثین کے ہان ان صحابہ کا نام "مکثرین" ہے یعنی کثرت سے حدیثین بیان کرنے والے، ان گیارہ محدثین کے مختصر حالات بیان کرنے کے بعد پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ صحابۂ مذکور نیز دوسرے صحابہؓ نے احادیث نبوی کو اسی جوش کے ساتھ پھیلایا جس جوش کے ساتھ انھین یاد کیا تھا، اونھون نے اپنے آقا کے صحیح اقوال کو تمام دنیائے اسلام مین پھیلانا اپنا مذہبی فرض خیال کیا، حضرت عمر فاروقؓ کا جنکی احادیث سے متعلق انتہائی سختی مشہور ہے، یہ قول بیان کیا جاتا ہے کہ جس شخص نے حدیث کو ٹھیک اوسی طرح بیان کر دیا جس طرح اوس نے اوسے سُنا تھا وہ محفوظ رہا، حضرت علیؓ خلیفۂ رابع لوگون سے فرماتے تھے، کہ مجھ سے احادیث کی نسبت دریافت کرو، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اپنے غلام عکرمہ کو قرآن اور حدیث سکھانے کی غرض سے زنجیرون مین باندھ دیتے تھے،

عموماً یہ حضرات جو حدیثین خود بیان کرتے تھے، یا جو دوسرون سے معلوم کرتے تھے، ان کی صحت کی نسبت احتیاط سے کام لیتے تھے، حضرت ابوبکرؓ خلیفۂ اول اکثر اپنے احباب سے حدیثین دریافت فرماتے تھے، لیکن کسی حدیث کو شہادت کے بغیر تسلیم نہین کرتے تھے، حضرت عمرؓ خلیفۂ ثانی نے متعدد صحابہ کو اپنی بیان کردہ حدیثون کی شہادت پیش کرنے پر مجبور کیا، اور اُن مین سے بعض کو صرف کثرت روایت کے جرم مین قید کر دیا، حضرت عثمانؓ خلیفۂ ثالث علم حدیث کے ماہر ہونیکے باوجود حدیثون کے بیان کرنے مین حد درجہ محتاط تھے، حضرت علیؓ کسی حدیث کو اُس وقت تک تسلیم ہی نہ کرتے تھے جب تک راوی قسم کھا کر اسکا صحیح ہونا بیان نہ کرے،

بعض صحابہؓ جو لکھنا جانتے تھے، آنحضرت صلعم کے زمانۂ حیات ہی مین حدیثین قلم بند کر لیتے تھے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے آنحضرت صلعم سے حدیثین لکھنے کی اجازت حاصل کر لی تھی، اونھون نے ایک ہزار حدیثین ایک صحیفہ مین جمع کین جسے الصادقہ کہتے ہین، اس صحیفہ کو المجاہد نے اون کے پاس دیکھا تھا، اور بعد مین یہ اون کے پرپوتے عمرو بن شعیب کے قبضہ مین آیا، حضرت علیؓ داماد رسول اللہ صلعم کے پاس ایک دوسرا صحیفہ تھا، جسمین بعض احکام درج تھے،

بہت سے صحیفون کا ذکر کرنے کے بعد جو صحابہ کے پاس تھے، اور اون متعدد حدیثون کو بتا کر جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حدیثین صحابہ نے آنحضرت صلعم کی حیات ہی مین لکھ لی تھین پروفیسر صاحب نے بیان کیا کہ کچھ حدیثین ایسی بھی ہین جنمین قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کے قلم بند کرنے کی ممانعت آئی ہے، لیکن اونکی تعداد اُن حدیثون سے کم ہے، جنمین لکھنے کی اجازت دی گئی ہے مختلف علمای اسلام نے مختلف طریقون سے ان حدیثون کے اس ظاہری تضاد کو رفع کرنیکی کوشش کی ہے، خود پروفیسر صاحب کی یہ رائے ہے کہ جن حدیثون مین لکھنے کی ممانعت ہے، وہ تاریخ اسلام کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہین اور جن مین لکھنے کی اجازت ہے، وہ بعد کی ہین، اور پہلی حدیثون کو منسوخ کرتی ہین،

آنحضرت صلعم نے فن تحریر کو عربون مین مقبول بنانے کی براہ راست اور بالواسطہ کافی کوشش فرمائی تھی آپ نے بہت سے صحابہ کو اس فن کے سیکھنے اور دوسرون کو سکھانے کی ہدایت فرمائی تھی، آپ نے متعدد احکام اور مسلمانون اور غیر مسلمون کے درمیان متعدد صلحنامے خود لکھوائے تھے، آپ نے جنگ بدر کے بعد یہ اعلان فرما دیا تھا کہ قیدیون مین سے جو ناداری کی وجہ سے اپنا فدیہ نہ ادا کر سکتے ہون، وہ دس مسلمان لڑکون کو لکھنا سکھا کر آزادی حاصل کر سکتے ہین، پروفیسر صاحب نے ڈاکٹر اسپرنگر اور پروفیسر گولڈزیہر کی بعض کتابین پڑھ کر سنائین، جن سے ثابت ہوتا ہے، کہ کچھ حدیثین خود آنحضرت صلعم کی حیات مین لکھ لی گئی تھین، اسپرنگر کے بیان کے مطابق بعض صحابہ مثلاً حضرت عبد اللہ بن عمرؓ و حضرت انسؓ بن مالک اور حضرت ابن عباسؓ نے دوسرے صحابہ کی بہ نسبت زیادہ حدیثین محفوظ کی تھین اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے جو حدیثین مروی ہین، وہ ان کے خاندان والون نے قلمبند کر کے محفوظ کر لی تھین، گولڈزیہر کہتا ہے کہ اسے تسلیم نہ کرنے کی کوئی وجہ نہین کہ صحابہ اور طلبۂ احادیث نبوی کو بھول جانے کے خطرہ سے لکھ کر محفوظ کر لینا چاہتے تھے پھر جن لوگون مین معمولی آدمیون کے حکیمانہ اقوال قلمبند کر لئے

جاتے ہوں کیونکہ ممکن ہو کہ رسول اللہ صلعم کے اقوال کے تحفظ کے لئے زبانی روایات کافی سمجھ لی گئی ہوں اگر دمو[illegible]
صحیفوں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے، اور انہی صحیفوں سے وہ اپنے طلبہ کو تعلیم دیتے تھے،

ممتاز یورپین مستشرقین کے یہ بیانات جنھوں نے حدیث اور متعلقاتِ حدیث کا مکمل اور ناقدانہ مطالعہ کیا،
نیز وہ بہتیرے واقعات جو بعض اہم ترین قدیم عربی تصانیف میں لئے گئے ہیں سخت بطی الاعتقاد شخص کو بھی اس امر سے مطمئن [illegible]
کیلئے کافی ہیں کہ بعض صحابہ نے کچھ حدیثیں اپنے نبی کریم صلعم کے زمانہ حیات ہی میں لکھ لی تھیں،

تیسرا خطبہ ۱۲ دسمبر [illegible] | تیسرے خطبہ کا موضوع "علم الحدیث" تھا، حدیث کے اساتذہ اور طلبہ کے مختلف دور کا کچھ ابتدائی ذکر کرنے کے
بعد اونھوں نے فرمایا :-

محدثین کے یہ تمام مختلف دور تلاشِ حدیث کی حیرت انگیز سرگرمی ظاہر کرتے ہیں، حدیث سے اون کو کمال درجہ
محبت تھی، اس کے لئے اُن کے جوش و حوصلہ کی کوئی انتہا نہ تھی، کوئی بھی مصیبت ایسی نہ تھی، جو اسکی خاطر وہ برداشت
نہ کر سکتے ہوں، جو اون میں دولتمند تھے، وہ اوس کے لئے اپنی دولت قربان کر دیتے تھے، اور جو غریب تھے، وہ اپنی
غربت کے باوجود اپنی زندگیاں اس کے لئے وقف کر دیتے تھے،

الزہری رحنے حدیث کی خاطر دولت کو پانی کی طرح بہا دیا، ربیعہ رحنے اسکی تلاش میں اپنی تمام ملک صرف کر دی، اور
آخر میں اپنے مکان کی شہتیریں بھی فروخت کر ڈالیں اور ان سڑے ہوئے چھوہاروں پر زندگی بسر کرنے لگے جو اہل [illegible]
پھینک دیا کرتے تھے، ابن المبارک نے حدیث کی تلاش میں چالیس ہزار درہم خرچ کر دیئے، یحییٰ ابن معین نے دس
لاکھ سے زیادہ، الذہبی نے پندرہ لاکھ اور ابن رستم نے تیس لاکھ، اور عبید اللہ نے ستر لاکھ درہم نذر کی،

اُن میں سے جو دولتمند گھروں میں پیدا نہ ہوئے تھے، وہ مایوس ہو کر تحصیلِ حدیث کو چھوڑ نہ بیٹھے، بلکہ بجد محنت
و جانفشانی کے ساتھ اوس کے حصول میں مصروف رہے، ابن ابی ذہب رح، ابو حاتم، اور بہت سے دوسرے محدثین
نے اپنی غربت کی وجہ سے سخت دشواریوں کا مقابلہ کیا، اور حدیث کی تعلیم کو جاری رکھا، امام شافعی رح اپنی طالب علمی
کے زمانہ میں اتنے غریب تھے کہ کاغذ نہیں خرید سکتے تھے، اس لئے وہ جن حدیثوں کو پڑھتے تھے، اونکو ہڈی کے ٹکڑوں

پر لکھ لیا کرتے تھے جنھیں وہ ایک تھیلے میں رکھے رہتے تھے،
امام بخاری تین روز گھاس اور جڑی بوٹیوں پر رہ گئے! ان کے علاوہ اور مختلف محدثین کو بھی اپنی غربت کے
باعث بہت کچھ مصیبتیں جھیلنی پڑیں،

حدیثوں کے تلاش کرنے والوں کی تعداد جو تاریخ حدیث کے مختلف دور میں گذرے ہیں، نہایت کثیر
ہے صحابہ میں تنہا حضرت ابو ہریرہ رضکے متعلق کہا جاتا ہی کہ اونھوں نے آٹھ سو سے زیادہ طلبہ کے سامنے حدیثیں بیان کیں
صرف کوفہ میں جب ابن سیرین رح اُس شہر میں گئے ہیں، چار ہزار طالب علم حدیث کے موجود تھے، علی بن عاصم کے درسِ
حدیث میں تین ہزار طلبہ شریک ہوتے تھے، اسی طرح سلیمان بن حرب کے درس میں چالیس ہزار، عاصم بن علی
کے درس میں دس لاکھ سے زائد، یزید بن ہارون کے درس میں ستر ہزار اور ابو مسلم الکجی کے درس میں ایک نہایت کثیر
تعداد حدیث کے طلبہ کی شریک ہوتی تھی، ان میں سے جو یاد داشتیں لکھنے کے لئے دوات کا استعمال کرتے تھے، اون کا
شمار چالیس ہزار سے زیادہ تھا،

محدثین کی اتنی بڑی تعداد سب کی سب استعداد اور احتیاط کے لحاظ سے یکساں نہیں ہو سکتی تھی آنحضرت صلعم
کی وفات کے بعد بعض صحابہ رض کو اون کے احباب نے اون کی بے احتیاطی پر سرزنش کی، بعد کے دوروں میں مختلف
جماعتوں اور فرقوں کے عروج کے ساتھ ساتھ حدیث کے غیر محتاط نا قابل اور غیر مخلص طلبہ اور اساتذہ کی تعداد بھی
بہت بڑھ گئی، اُن میں سے بعض نے اپنے اساتذہ کے انتخاب ہی میں بے پروائی برتی بعض نا اساتذہ سے اُن حدیثوں
کے بیان کرنے میں غلطیاں ہو گئیں، جو انھوں نے خود لکھی تھیں بعض ایسے بھی تھے، جنھوں نے چند حدیثوں کے متن
یا اسناد میں جان بوجھ کر رد و بدل کر دیا، اور بعض نے ذاتی نفع کی خاطر یا اپنی جماعت کے فائدہ کے لئے، یا لوگوں
کو خدا اور مذہب کے راستہ پر لگانے کی غرض سے ایک نیک مقصد کے ساتھ کچھ حدیثیں وضع بھی کر لیں،

اس طرح موضوع حدیثوں کی ایک کثیر تعداد نکل کر مسلمانوں میں پھیل گئی، ان کی ابتدا کے ذمہ دار حسب
ذیل اشخاص ہیں (۱) مبتدعین، (۲) جماعتوں کے سردار مختلف فرقوں کے مبلغ، اور وہ لوگ جو فرمانرواؤں کے

لطف وکرم کے متلاشی تھے، (۳) قُصّاص (یعنی قصہ گو واعظین)، (۴) وہ نیک نیت محدثین جن سے اجتہادی
ہوگئین، یا جنھون نے مذہبی اور پاک اغراض کیلئے کچھ حدیثون کا وضع کرلینا جائز خیال کیا،

ان زندیقون اور مختلف دنیادار اور خداترس مسلمانون نے یعنی اسلام کے جانی دشمنون اور
دوستون نے ہزارون حدیثین وضع کرکے تمام دنیائے اسلام مین پھیلا دین، ایک ممتاز انگریز اہل قلم نے سچ کہا
کہ ہر شخص اپنے منظور نظر کو مار ڈالتا ہے، بہادر آدمی تلوار سے مارتا ہے، اور بزدل بوسہ سے" اسی طرح ان واضعین
حدیث نے بھی فن حدیث کو فنا کردینے کی کوشش کی،

لیکن علم الحدیث کی تاریخ کے ہر دور مین ایک کثیر تعداد حق پسند، خداترس متدین اور محتاط محدثین
بھی تھی، جو نہ تو اشخاص اور جماعتون کی پروا کرتے تھے، اور نہ قوت اور رائے عامہ سے ڈرتے تھے اون کی زندگی
کا واحد مقصد اپنے نبی کریم صلعم کی صحیح حدیثون کو حاصل کرنا، ان کی اصالت اور صحت کو محفوظ رکھنا، اور مسلمانون
مین اون کی اشاعت کرنا تھا، وہ حدیثون کا مطالعہ نہ تفریح اور وقت گذاری کے لئے کرتے تھے، نہ مالی نفع
شہرت کی غرض سے، اور نہ اس لئے کہ لوگ اون کا اثر قبول کرین، حدیث کو وہ صرف حدیث کے لئے حاصل کرتے
تھے، اون کے نزدیک علم وسیلہ نہین بلکہ مقصد تھا، بقول سفیان الثوری تحصیل حدیث ان کے لئے ایک مرض
تھی جس سے خود اونھین کوئی چارہ نہ تھا،

اکثر صحابہ حدیثون کے بیان کرنے مین حد درجہ احتیاط کرتے تھے، محدثین کے دوسرے دور مین بہت
سے ایسے تھے، جو اسناد حدیث کے بارہ مین نہایت متدین، اور سخت تھے، اوسی طرح اونکے بعد جو ہوئے مثلاً امام
شافعیؒ، یحییٰ ابن معینؒ، احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، اور دوسرے اکثر محدثین، یہ سب رواۃ کے معاملہ
مین بے حد محتاط تھے،

یہ متدین محدثین، جو علم حدیث کے حقیقی ستون ہین، تاریخ اسلام کی ابتدا ہی سے جماعتون کی کشاکش سے
بالکل علحدہ رہے، اور صاحب اقتدار جماعت سے کسی قسم کا واسطہ نہ رکھتے تھے، اسلام کے ابتدائی دور مین عبد

نام کے تینون حضرات نے اپنے کو جماعتی جھگڑون سے بہت بلند رکھا تھا، بہت سے دوسرے صحابہ نے بھی اپنے تئین
بنو امیہ اور دوسرون کی کشمکش سے بالکل الگ رکھا تھا،

بنو عباس کے ساتھ بھی بہت سے محدثین نے بے غرضی کا برتاؤ رکھا تھا، سفیان الثوریؒ، انس بن مالکؒ
احمد بن حنبلؒ اور بہت سے دوسرے محدثین نے خلفای بنی عباس کے ہاتھون قید اور مختلف سزائین برداشت کین،
واقعہ یہ ہے کہ فن حدیث پر جو اہم کتابین لکھی گئی ہین، اون کے اکثر مصنفین نہ تو خلفاء کے تنخواہ دار تھے، اور نہ اون کے
دربار کے مقرب، سلطان جائر (ظالم بادشاہ) کی طرف سے بے پروا رہنا اون کے اصول مین داخل تھا،

یہ انہی متدین اور محتاط محدثین کی مسلسل جانفشانیون کا نتیجہ ہے، کہ آنحضرت صلعم کی حدیثین تلف ہونے
سے محفوظ رہین اور موجودہ شکل مین ہم تک پہونچین، اسلام کے بالکل ابتدائی دور مین جب صحابہ جو احادیث نبوی کے
تنہا حامل تھے، مختلف دور دراز صوبون اور شہرون مین سکونت پذیر ہوگئے تھے، یہ محدثین طویل اور دشوار گذار
سفر اختیار کرکرکے ان صحابہ سے ان کی نئی قیام گاہون مین ملے، جسوقت تک ضروری سمجھا اُن سے ملتے جلتے رہے،
اور اس طرح اُس علم کو یکجا کیا جو صحابہؓ کے ذریعہ سے اسلام کی وسیع سلطنت مین پھیلا ہوا تھا،

گولڈ زیہر کہتا ہے، "دنیائے اسلام کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اُندلس سے وسط ایشیا تک حدیث
کے پرجفاکش اور نہ تھکنے والے متلاشی گشت کرتے اور ہر مقام سے اپنے سامعین کے لئے حدیثین جمع کرتے رہے، حدیثون
کو جو مختلف صوبون مین پھیلی ہوئی تھین ایک مستند شکل مین جمع کرنے کا یہی تنہا ممکن طریقہ تھا، "الرحال" یا "الجوال" کا
معزز لقب ان سیاحون کے لئے لفظی ہی معنون مین استعمال کیا جاتا ہے، "طواف الاقالیم" کے لقب مین ان کیلئے کوئی مبالغہ
نہین ہے، جن مین سے بعض ایسے تھے جنھون نے تمام مشرق و مغرب مین چار مرتبہ سفر کیا تھا، ان تمام ملکون مین اون کے
سفر کی غرض مناظر کا دیکھنا یا تجربہ کا حاصل کرنا نہ تھی، بلکہ اُن کا مقصد ان مقامات مین محدثین سے ملنا اور ہر ایک سے
حدیثین سننا اور مستفید ہونا تھا، جیسے کہ بعض چڑیان درخت پر اسی لئے بیٹھتی ہین، کہ اونکی پتیان چگین"

موجودہ مجموعون کی شکل مین احادیث کی تدوین پہلی صدی ہجری کے آخر مین شروع ہوئی اور اوس کے

بعد تیزی کے ساتھ ہوتی رہی، یہانتک کہ تیسری صدی کے ختم سے پہلے ہی حدیث اور متعلقات حدیث پر تقریباً
مستند اور اہم کتابین لکھ لی گئین، تدوین حدیث کے ساتھ ساتھ محدثین تمام رواۃ کے حالات بھی دریافت کرکے ان کی
حیثیات پر نقد و تبصرہ کرتے گئے، اور احادیث کی جرح و تعدیل کے لئے ان رواۃ کے حالات پر ایک وسیع لٹریچر
کرلیا، انھون نے فرداً فرداً ہر حدیث کا بغور مطالعہ کیا، ہر ایک کی صحت اور اصالت سے ناقدانہ بحث کی، اور موضوعات
پر ایک ضخیم دفتر تیار کردیا، اونھون نے احادیث کی صوری اور معنوی دونون حیثیتون سے جرح و تعدیل کرنیکی
غرض سے بہت سے فنون قائم کئے، اور اون کو فروغ دیا،

فلسفۂ فقراء

یعنے

سائنس اور تصوف

از

جناب ڈاکٹر نواب سر امین جنگ بہادر کے سی آئی ای، سی، ایس، آئی، ایم اے، ال ال ڈی، حیدرآباد دکن،

جناب نواب سر امین جنگ بہادر کسی تعارف کے محتاج نہین، وہ کبھی نئے تعلیم یافتہ تھے، مگر اب تو پرانے
ہوچکے ہین، وہ فلسفۂ جدیدہ کے ماہر، انگریزی کے ادیب اور تصوف کے ذوق چشیدہ ہین، ذیل کے مقالہ
مین اونھون نے گویا اپنی روحانی سیر کا سفرنامہ لکھا ہی،

یہ مقالہ انگریزی مین ۱۲ اکتوبر اور ۴ نومبر ۱۹۳۱ء کو اسلامک ایپی سوفین تھیاسوفیکل ہال حیدرآباد دکن مین پڑھا
گیا تھا، اور بصورت رسالہ وہان تقسیم کیا گیا تھا، لیکن اس خیال سے کہ اس کا فائدہ عام ہو اور ایک لائق
صاحب فکر کی جستجو کا پتہ دوسرے سرگردانون کو بھی معلوم ہو، صاحب مقالہ کی اجازت سے ہم اس کو معارف مین
شایع کرتے ہین،

اڈیٹر

تمہید

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا [1]

۱- تصوف سے ہر زمانہ مین ہر قوم و ملت کے افراد کو کم و بیش دلچسپی رہی ہے، اوس کی طرف اکثر وہ بزرگوار

[1] سورۂ والشمس ۹۱: ۷-۱۰،

مائل رہے ہین، جو اپنے زمانہ کے جنگ و جدال یا خانہ جنگیون سے بیزار ہوکر گوشہ نشین ہوگئے، اور اون کی گوشہ نشینی کے غلط معنی سمجھے گئے کہ اونھون نے اپنی دانست کے موافق دین یعنی راہ حق اختیار کرنے کیلئے دنیا ترک کر دی، لیکن کوئی فرد بشر دنیا ترک نہین کر سکتا، نہ دنیا کو چھوڑ کر کوئی دین یا راہ حق اختیار کر سکتا ہے، یہ راستہ انسان کو اپنی زندگی ہی مین اپنے ماحول یعنی دنیا ہی مین ملتا ہے، راہ حق جس کو کہتے ہین، وہ دنیا کے ماسوا یا ماورا نہین ہے، پس صوفیون کی گوشہ نشینی فی الحقیقت دنیا ترک کرنے کے واسطے نہین، بلکہ اپنے خیالات قدسیہ و قیاسات الٰہیہ کو درست کرنیکے واسطے تھی۔

۲۔ اس مضمون کا نام فلسفۂ فقراء یعنے "سائنس اور تصوف" رکھا گیا ہے، مگر ہمارا روئے سخن اون فقرا کی طرف نہین ہے، جن کے عادات و اطوار نے، علی الخصوص ہند مین لفظ فقیر کے معنی بدل دئے ہین، اور سچے فقرا کی وقعت اور عزت گھٹا دی ہے حتی کہ فقیری گداگری کے مترادف ہوگئی، ہم کو اُن فقیرون سے بحث نہین جنھون نے اپنی فقیری کو ذریعۂ معاش بنا لیا ہے، یہان صرف اون فقیرون کے خیالات، قیاسات اور عقائد کا ذکر کیا جاتا ہے (جو اپنے آپ کو پالینے) کی کوشش مین بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہین، ایسے اشخاص ہر ملک و ہر زمانہ مین اگرچہ نایاب نہین تھے، مگر کمیاب تو ضرور رہے، خود ہمارے اس مادی زمانہ مین بھی ہندو مسلمان دونون قومون مین اور نیز دوسری قومون مثلاً سکھ اور عیسائیون مین قابل احترام فقرا موجود ہین، مگر وہ اپنا فقر یا اپنی فقیری ظاہر نہین کرتے، بلکہ اوسکو چھپا رکھنے کی کوشش کرتے ہین، ایسا فقیر جس نے اپنے آپ کو پا لیا ہے، جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا، وہ اپنے ملک کا بڑے سے بڑا امیر بھی ہو سکتا ہے، اور چھوٹے سے چھوٹا کسان یا مزدور بھی ہو سکتا ہے، پس سچا فقیر کون ہے اور کون نہین یہ معلوم کرنا سچے فقیر ہی کا کام ہے، جیسے چور ہی چور کو پکڑ سکتا ہے، اگر اتفاق سے کوئی ایسا فقیر کسی کو مل جائے، اور دونون مین اصولی خیالات و دلی خواہشات کا تبادلہ بلا تکلف ہو جائے، تو معلوم ہوگا کہ فقرا کا فلسفہ دلچسپی سے خالی نہین اور واقعی قابل لحاظ ہے، ایسا فلسفہ یعنی علوم و فنون مروجہ کے اصولی

ؔ کثرت مین جمال پاک وحدت دیکھو عُسرت مین ہے صاف نقش عشرت دیکھو
دنیا مین رہے عالم دین پیش نظر آئینہ ہے اس لئے کہ صورت دیکھو

باتون سے استقرا، کسی کام کا نہین جس کے نتائج انسان کو اوسکے روزمرہ امور زندگی کے مسائل اور دشوار یون کو حل کرنے مین مدد و معاون نہ ہون، ہماری رائے مین فلسفۂ فقرا کا ایک پہلو ایسا بھی ہے، جو زندگی کو زندگی بنا سکتا ہے، اسی لئے ہم نئے تعلیم یافتہ نوجوانون کی توجہ اس قدیم فلسفہ کیطرف مائل کرتے ہین، ہم اس فلسفہ کو اوسی (PRAGMATIC عملی نقطۂ نظر) سے دیکھتے ہین جس سے پروفیسر ولیم جیمس ہر فلسفہ پر نظر ڈالتے تھے وہ فلسفہ کی اون تمام باتون کو لغو سمجھتے تھے، جو انسان کے عمل کیلئے فائدہ بخش نہ تھے، اور اوس کے عمل کو خطا و غلطی کے زد سے بچا سکتے تھے۔

۲۔ تصوف کوئی خاص مذہب نہین ہے، بلکہ ہر مذہب اسی پر مبنی ہے، تصوف کوئی فلسفہ نہین ہے، لیکن ایک خاص قسم کا فلسفہ اوس سے متعلق ہے، جس کا نام ہم نے فلسفۂ فقرا، رکھا ہے، اس اجمال کی تفصیل کے قبل یہ کہدینا مناسب ہوگا کہ تصوف نفس کو وہم و تردد سے پاک کرکے قلب کو تشفی بخشتا ہے، اور اخلاق کی درستی کا باعث ہوتا ہے، تزکیۂ نفس اسی کے معنی ہین، قد افلح من زکّٰھا، اگر اس سے ایسے مفاد کی امید نہ ہوتی، تو تصوف فقیرون کا ڈھکوسلہ سمجھا جاکر اب تک ملیامیٹ ہو جاتا،

۲۔ توضیح

۱۔ ابتدا ہی مین لکھدیا گیا ہے، کہ ہر ملت و مذہب مین تصوف ہے، مسلمان جسکو تصوف کہتے ہین، ہندو اوسکو ویدانت اور عیسائی اوسکو اسٹی سیزم کہتے ہین، جہانتک غور کیا گیا، ویدانت اور تصوف کے اصول مین کوئی فرق نظر نہ آیا، حتی کہ بعض ویدانتیون کا ادعا ہے، کہ نوشیروان اور بزرجمہر کے زمانہ مین ویدانت ہند سے فارس گیا، اور ایران سے بشکل تصوف پھر ہند مین واپس آیا، واقعہ جو کچھ ہو، ادعا یہی بتاتا ہے، کہ بعض قابل احترام ویدانتی صوفیائے کرام کو اپنا ہم خیال اور ہم مشرب سمجھتے رہے، بلکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اکبر بادشاہ کے عہد اور بعد کے زمانون مین بھی ویدانتی و صوفی ایک دوسرے کے مرشد و مرید رہے، بہرحال اس مضمون کے اغراض کے لئے فرض کر لیا جاتا ہے کہ ویدانت و تصوف مترادف ہین، فقرا جن کو ہندو یوگی یا بھگت

کہتے ہین اون کو مسلمان عارف یا سالک کہین گے، یوگی یا عارف، بھگت یا سالک وہ شخص ہے جس نے اپنے آپ کو پالیا، اور جس کا نفس مطمئن ہوگیا، یا دوسرے الفاظ مین جسکو نفس مطمئنہ حاصل ہوگیا،

۲- انسان اپنے آپ کو کیسے پالیتا ہے، اور اوس کا نفس اپنے آپ سے کس طرح مطمئن ہوتا ہے یہی وہ دشوار سوال ہین جن پر اس رسالہ مین روشنی ڈالنے کی کوشش کیجائیگی، اس کوشش کا منشا محض اصل ہو کی توضیح و تشریح ہے، کوئی عبارت آرائی نہین، اور نہ کسی کے قول و فعل پر کوئی اعتراض یا نکتہ چینی اکثر و اور صوفیون نے مذکورہ سوالون کے جواب اشعار مین ادا کئے ہین اور نثر مین اگر کچھ بیان بھی کئے ہین، تو اس مین ایسے اصطلاحات و استعارات لائے گئے ہین جن کے صحیح معنی سمجھنے مین مبتدیون کو توکیا منتہیونکو بھی مشکل پیش آتی ہے، از منۂ سابقہ مین بعض پنڈت اور اکثر ملا ویدانتیون اور صوفیون کے ایسے مخالف تھے، کہ اون کی ذرا ذرا سی بات پر اون کو کافر، ملحد، مرتد قرار دیکر یا سیاسی اغراض کے لئے اونکا وجود خوفناک ظاہر کرکے اون کی جان لینے کے درپے ہوجاتے تھے، لہذا تعصبی حملات سے بچنے کے لئے مسائل الٰہیات کی تفہیم ویدانتی اور صوفی سینہ بسینہ اپنے مریدون کو زبانی ارشادات سے کرتے اور اپنی تحریرات مین فقط اشارات و کنایات سے کام لیتے رہے، اسی وجہ سے تصوف کا شیوع زیادہ نہ ہوسکا، اور عامۃ الناس اوس سے خاطر خواہ بہرہ یاب نہ ہوسکے، انھی وجوہ کے باعث اس روشن زمانہ مین بھی تصوف تعصب کا شکار ہوتا رہا، تصوف کی باتین اصطلاحات اور استعارات ترک کرکے سہل طور سے بیان کرنا ازبس دشوار ہے، کیونکہ غلط فہمی کفر و الحاد کا فتویٰ دیدیتی ہے، ویدانت یا تصوف دراصل کسی مذہب کا مخالف نہین ہے، بلکہ ہر مذہب کا ممد و معاون ہے،

۱؎ یورپ کے ایک مشہور شاہی منجم کیپلر (KEPLER) جنھون نے سیارون کے حرکات کے تین قواعد مقرر کئے ہین جن پر اب تک ہر منجم بس کا عمل ہے اون کی بھی دلی اعلیٰ ترین خواہش یہی رہی، جواب بھی ہر صوفی کی اعلیٰ ترین خواہش ہے کہ "وہ اپنے مین اوس اللہ کو پالے، جسکو ہر وقت ہر جگہ خارج مین پاتا ہے" یعنی دوسرے الفاظ مین (اپنے آپکو پالے) اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جسکو اوس کے مرشد نے (پانا) کیا ہے، یعنی اوس طرح سمجھا دیا ہے،

۳- اگر محض تشبیہاً تصور کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچانے والا مذہب (جائے ذہاب) ایک ایسا راستہ ہے جو مسافرون کو کسی خوشنما شہر سے ایک بڑے سمندر کے کنارے پہنچاتا ہے، اس راستہ یا مذہب کے حالات شرک و کفر و مکروہات کے غار، پہاڑ، ندی نالے جو ہوتے ہین، اون مین سے ہوکر یا اون پر سے عبور کرنے والے سرنگ اور پل عقائد ہین، اور راستہ دراصل پختہ شاہراہ شریعت ہے، اور بازو کے پیدل راستے اور اسمین اگر ملنے والے گلی کوچے انسان کی نیتین اور اعمال ہین جن کو درست رکھنے کے واسطے فقہ ہے اور جس خوشنما شہر سے شاہراہ شریعت نکلتی ہے وہ تَصَوُّف ہی، سمندر کا کنارہ جہان مسافر پہنچ سکتے ہین، وہ قرب الٰہی ہے اس سڑک سے پیدل افتان و خیزان جو گذرتے ہین، وہ معمولی انسان ہین، علما و فضلا کسی قدر آرام سے گھوڑے بگھیون پر سوار چلے جاتے ہین لیکن اہل سلوک سبک سیر موٹرون پر جلد تر مقام مقصود پر پہنچ جاتے ہین، رشی اور اولیا برق رفتار ایروپلین پر منٹون مین کہین سے کہین پہنچ جاتے ہین، اس سادہ تشبیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصوف و سلوک مذہب و شریعت سے الگ یا باہر نہین ہے بلکہ اس شاہراہ کا مبدأ ویدانت یعنی تصوف ہے، کرم یا سلوک سے قرب الٰہی کے سمندر کے کنارہ تک رسائی ممکن ہے کوئی ویدانتی اپنے دھرم کو ترک نہین کرسکتا، نہ کوئی صوفی اپنے مذہب و شریعت سے الگ ہوسکتا ہی،

۴- اصطلاحاً علم (SCIENCE) اور فن یا ہنر (ART) مین اسی قدر فرق ہے جسقدر کہ معمولی طور سے کسی چیز کو جاننے اور پہچاننے مین اور اوس چیز کے متعلق کوئی کام کرنے مین ہے، مثلاً پانی کے اجزا کیا ہین، ہر ایک جزو اس کا کس مقدار مین ہے، یہ پانی کا علم ہوگا، اجزا لیکر اون کو برقی قوت سے ترکیب دیکر پانی بنانا فن ہوگا، علم و فن کی اس تعریف کے موافق تصوف صوفی کا علم ہے اور سلوک اوس کا فن ہے، جو اپنے علم تصوف کے موافق کوئی کام کرکے اوس سے فائدہ اوٹھاتا ہے، فنون لطیفہ مین بہترین فن سلوک ہی،

۳- ویدانت اور تصوّف

۱- اس قدر تمہید و توضیح کی ضرورت ویدانت اور تصوف کی کیفیت بیان کرنے کے واسطے واقع ہوئی، تاکہ تعصب

دور ہو اور غلط فہمی نہ ہونے پائے، تصوف کے متعلق فلسفہ کے چند اہم مسائل کی وضاحت و تفہیم کے لئے یہ رسالہ جو لکھا جا
اوس کے واسطے یہ بھی لازم ہے، کہ ویدانت یا تصوف کیا چیز ہے: اس کا مختصر بیان کیا جائے تاکہ اوس کے
مسائل فلسفہ سمجھنے مین سہولت ہو،

بیا و حال اہل درد بشنو لفظ اندک و معنی بسیار، (حا

۲۔ اختصار کی غرض سے تصوف کی چار باتین اول سوال و جواب کی شکل مین لکھ کر بعد مین ہر
کی مختصر تفصیل کیجاتی ہے،

(۱) چہ؟ تصوف کسکو کہتے ہین،؟

پراگمیاتک یعنی عملی نقطۂ نظر سے اوس کو نفس انسان کی ایک خاص اُمنگ یا ہیجان کی خاص حالت کہ
چنانچہ صوفی کہتے ہین تصوف "حال" ہے "قال" نہین،

(۲) چون؟ وہ خاص حالت کس طرح پیدا ہوتی ہے،؟

جب انسان اپنی ذات اور اپنے مختلف و متعدد تعلقات پر خوب غور کر کے بطور خود یا کسی مرشد کی
سے کسی نتیجہ پر پہنچتا ہے، اور اس نتیجہ پر اوس کو یقین کامل ہو جاتا ہے، تو اوس کے نفس مین وہ امنگ
ہیجان پیدا ہوتا ہے، جسکو تصوف یا ویدانت کہتے ہین،

(۳) چرا؟ ایسی امنگ کیون پیدا ہوتی ہے،؟ اس کا باعث کیا چیز ہوتی ہی،؟
رویا الہام، القا، کشف وغیرہ اس امنگ کے باعث ہوتے ہین،

(۴) مفاد؟ تصوف سے کیا فائدہ ہے،؟

تصوف ہر فرد بشر کو اہل بہشت کو بنا سکتا ہے، ۵؎
آسکت کسی مقام کی تخصیص کچھ نہین جنت وہی جگہ ہے، جہان جی بہل گیا، (آ
اگر تصوف عام ہو جائے تو جنس انسان کے لئے روئے زمین فردوس بریں ہو جائے، جوابات مین خطا

الفاظ وہی ہین (یعنی خاص حالت، نتیجہ، یقین کامل، رویا کشف الہام وغیرہ) جنمین تصوف کا گر پوشیدہ ہی، اور جن کے معنی
گرو یا مرشد اپنے مرید کو سینہ بسینہ اوسکی فہم کے موافق بتاتا یا سمجھاتا ہی،

۳۔ کسی شے کی مکمل تعریف یا کسی امر کی کامل تفہیم کے لئے تین سوال چہ؟ چون؟ چرا؟ کے تشفی بخش جوابات
دینا ضرور ہے، اگر ان تین سوالون مین سے کسی ایک کا بھی جواب ادا نہ ہو سکے، تو انسان اوس کو جاننے اور پہچاننے
سے قاصر رہتا ہے، چنانچہ صاحب گلشن راز نے انسان سے خدا کی تعریف کے ممکن نہ ہونے کو یون بیان فرمایا ہی،

منزہ ذات اُو از چہ؟ چرا؟ چون؟
تعالی شانہ، عما یقولون،

اگر تصوف کی نسبت تین سوالات مذکورہ کے جوابات تشفی بخش نہ ہون اور خط کشیدہ گویا الفاظ جن کے
معنی ارشاد ایسے گرو اور مرشد کامل ہی بتا سکتے ہین، وہ اس مضمون مین اچھی طرح بیان نہ ہو سکین تو اوس کو تصوف کا
کوئی نقص ہرگز نہ سمجھا جائے، بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ مضمون نگار اس کو اچھی طرح نہ سمجھا، تصوف کی جو باتین بیان کیجاتی
ہین، وہ صوفیون یا ویدانتیون کے نزدیک متفق علیہ نہین ہین، لہذا اون کی نسبت اختلاف آرا بھی ممکن ہی،

۴۔ عربی لفظ "تصوف" کی اصل صوف ہے، جس کے معنی یونانیون کے نزدیک عقل کے ہوتے ہین، اس کا معرب
باب تفعیل مین تصویف بن گیا، جس کے لغوی معنی عقل لڑانے کے ہوتے ہین، مگر اصطلاحی معنی "ذات اور صفات پر غور و
خوض" کے لئے جاتے ہین، اس تصویف یعنی غور و خوض کا نتیجہ باب تفعل مین تصوف قرار پایا، جسکی تعبیر اور "امنگ یا
ہیجان کی حالت" سے کیگئی ہے،

۵۔ نفس[1] کی امنگ کی ہر حالت جسکو انگریزی مین ATTILUDE کہتے ہین، اوس کے کم و بیش تین

---

[1] چونکہ تصوف کا تعلق نفس سے ہی، اس لئے یہان کسی قدر توضیح کی ضرورت ہے کہ نفس کسکو کہتے ہین؛ انسان جسکو (مین) کہتا ہی اور
جسکو (تو) اور (وہ) سے الگ سمجھتا ہے، اوسکو اصطلاحاً ایغو کہتے ہین جسکو ہر شخص عام زبان مین "میرا نفس" "میرا ذہن" "میرا دل" کہتا
ہے (۱) کسی چیز کو اپنے لئے حاصل کرنے کی کوشش مثلاً کوئی غذا اپنے لئے کسی ترکیب سے پیدا کرنے کی سعی (میرے) ایغو کا خاصہ ہی لوکوموشن

پہلو FUNCTIONS تین وظیفے لازماً ہوتے ہین ایک وجدہ COGNITION / KNOWING دوسرے جذبہ EMOTION / FEELING تیسرے ہیجہ CONATION / STRIVING پھر تینون پہلو ہر امنگ مین رہنا لازمی ہے لیکن ایک ہی وضع پر یکسان رہنا شرط نہین، کیونکہ انسانی طبائع مختلف ہین، ہر ایک کی طبیعت کے مطابق اوسکی صوفیانہ امنگ ہوگی، کسی کے تصوف مین جذبہ اس قدر زیادہ ہوتا ہے، کہ وجدہ و ہیجہ کو دبا رکھتا ہے، اور کسی کے تصوف مین ہیجہ، ہیجان، اس شدت سے ہوتا ہے، کہ اوس کے مقابل نسبتہً وجدہ و جذبہ قلیل ہوتا ہے، ہم فی الحال فاضل صوفیون کے وجدہ الہیہ اور مجذوب صوفیون کے جذبۂ قدسیہ سے قطع نظر کرکے فقط سالک صوفیون کے ہیجہ محترمہ کو پیش نظر رکھتے ہین.

۶- غرض تصوف نفس انسان کی ایک امنگ و تہیج کی حالت کا نام ہے، جو تصویف کا نتیجہ یا ماحصل ہے اور تصویف وہی ہے کہ کوئی شخص INDIVIDUAL جو اپنے آپ کو لفظ مین سے موسوم کرلیتا ہے، اور دیگر اجسام و اشیاء کو میرے کہکر اپنی طرف منسوب کرلیتا ہے، خوب سوچے کہ

(الف) مین کیا اور کون ہون، ؟ چہ ؟

(ب) مین کیون یہان آیا ہون، ؟ چون ؟

(ج) مین کس لئے یہان ہون، ؟ چرا ؟

اگر ان تینون سوالون کے جوابات اوسکی تشفی و تسلی کے موافق اوسکو مل جائین، اور اوسکو اس پر یقین ہوجائے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۰۱) جسکو اصطلاحاً ہیجہ کہتے ہین، (۲) کیا چیز کیسے (مجھے) مل سکتی ہے، اوس کا جاننا اور پہچاننا مثلاً سیب کیا ہے، اور کیون مل سکتا ہے، اوسکا علم میرے انیگو کا لوازمہ ہے جسکو اصطلاحاً وجدہ کہتے ہین، (۳) کسی چیز کے احساس سے (میرا جسم کے اندرونی حالات مین تبدیلی واقع ہونی مثلاً خوشنما سیب کو دیکھنے سے منہ مین پانی آنا) جو ایک قسم کا جذبہ ہے، وہ میرے انیگو کی قوت ہے جسکو اصطلاحاً بھی جذبہ کہتے ہین یہ تینون ہیجہ یا اصطلاحاً ہیجہ، وجدہ، جذبہ، انیگو کے تین پہلو ہین، جو میری خواہش یا شغف مین جمع رہتے ہین،
سلہ پہلو معمولی لفظ ہے اصطلاحی لفظ وظیفہ ہے ان معنون مین جو حافظ نے بیان فرمایا ہے،
حافظا وظیفۂ تو دعا گفتن ست و بس
در بند این مباش کہ نشنید یا شنید،
سلہ بامی کو ہم شخص نہین کہہ سکتے کیونکہ ہم کو معلوم نہین، آیا وہ اپنے کو مین کہتا ہے یا کیا،

تو وہ صوفی یا ویدانتی ہوجاتا ہے، اوس وقت اوس کے نفس مین جو خاص ہیجان یا تہیج پیدا ہوتا ہے، وہی اوس کے غور کا نتیجہ یا ماحصل یعنے تصوف ہے، اس تصوف کا اثر جو اوس کے اطوار و اقوال و افعال پر پڑے گا، وہی اوس کا سلوک ہوگا، اگرچہ ہر شخص کی تصویف ایک ہی وضع کی ہوتی ہے، لیکن کہا نہین جاسکتا کہ اس کا لازمی نتیجہ ایک ہی ہوگا کیونکہ ہر ایک سبب کے مسبب متعدد و مختلف ہوتے ہین، جیسے سورج کی گرمی سے موم پگھل جاتا ہے، کیچڑ سخت ہوجاتی ہے، پانی بخار بنکر اڑ جاتا ہے، اسی طرح ہر شخص کی طبیعت یا خصلت جداگانہ ہونے سے ہر طبیعت کے آدمی کا تصوف نوعیت اور مقدار کے لحاظ سے QUALITATIVELY AND QUANTITATIVELY جداگانہ ہوتا ہے، جس علم سے جو عمل ظہور مین آئے، جس تصوف کا اثر جو سلوک ہے وہی اوسکی نیکی یا بدی کا پیمانہ ہے، کسی صوفی کا سلوک غیظ و غضب برپا کرنے والا جلالی ہے، اور کسی کا سلوک امن و امان پیدا کرنے والا جمالی، لیکن علی العموم ویدانتی گرو اور صوفی شیوخ اپنے مریدون مین ایسا تصوف اور ایسا سلوک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہین جس سے یہی عالم جسکو ہم دنیا کہتے ہین، مرید کے حق مین بہشت ہوجاتا ہے، اور وہ مرید اپنے ماحول کو فردوس بنانے کی کوشش بلیغ کرتا ہے، (یاد رہے ہمارا روئے سخن معمولی گندم نما جو فروش صوفیون اور ویدانتیون کی طرف نہین ہے، بلکہ اون محترم اور مبارک ہستیون کی طرف ہے جو دراصل صوفی ہین، اور صوفیون کے مرشد اور گرو ہوتے ہین،)

۷- جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے، ہر امر کی کامل تعریف یا تفہیم کے لئے اوس کا متعلق چہ، چون، چرا، کی صراحت کرنی لازم ہے، لیکن دنیا مین بعض ایسے امور ہین جن کی نسبت اگرچہ چہ اور چون کے جوابات دئے جاسکتے ہین، اگرچہ اون کی ماہیت و کیفیت بیان کیجاسکتی ہے، لیکن اون کی وجہ چرا ؟ بیان نہین کیجاسکتی، انہین امور مین ایک تصوف بھی ہے، جس کے متعلق چرا یا وجہ کی تشریح الفاظ یا ارشادات سے بھی ممکن نہین، فقط الہام و القاء کشف و کرامات ہی سے اسکی تفسیر ہوسکتی ہے، مگر یہ ہمارے امکان سے خارج ہے اگر آپ کسی اہل سائنس

سلہ امجد-
کیون گرم ہے آفتاب معلوم نہین
کیون ہے یہ انقلاب معلوم نہین
جی بھر کے سوال کر لو جتنے چاہو
سب کا ہے یہی جواب معلوم نہین

سے پوچھین کہ پانی کیا چیز ہے؟ اور کس طرح بنتا ہے، ؟ وہ پانی کے گلاس کی طرف اشارہ کرکے بتائیگا کہ وہ پانی ہے اور کہے گا کہ ہیڈروجن اور آکسیجن کی مقدار مقررہ کو برقی قوت سے ترکیب دینے سے بنتا ہے، لیکن آپ اگر اوس سے یہ بھی پوچھین کہ کیون اون عنصرون کی اوس مقدار کی ترکیب سے فقط پانی بنتا ہے شراب یا اور کوئی چیز کیون نہین بنتی تو وہ آپ کو بغور دیکھکر خاموش ہوجائے گا، ایسا ہی اگر آپ کسی پنڈت یا شیخ سے پوچھین کہ وہ کیون ویدانتی یا صوفی ہے، کوئی چور یا بدمعاش کیون نہ ہوا؟ تو وہ بھی آپ کو ویسا ہی نیچے اوپر دیکھ کر خاموش ہوجائے گا، اوس کے اس دیکھنے اور چپ ہوجانے کے یہ معنی نہین ہین کہ وہ سائل کو دیوانہ سمجھتا ہے یا اوس کو آپ کے بیجا سوال پر غصہ آیا، نہین بلکہ صوفی یہی سمجھیگا کہ آپ خدا کے اوس الہام القا، یا کشف سے محروم ہین، جو اوس نے بڑی ریاضت یعنی نفسی جد وجہد کے بعد پائی یا جو شیخ کی مہربانی سے اوس کو حاصل ہوئی، چنانچہ اکثر مغربی مراکش وغیرہ کے صوفیون کا مقولہ ہے، من لا مشیخ له فشیخه الشیطان جس کا کوئی مرشد نہین اوس کا مرشد شیطان ہے، لیکن یہان الہام القا، کشف وغیرہ کی ماہیت یا کیفیت کی بحث نہین ہوسکتی جو تصوف کے خاص تہیج سے تعلق رکھتی ہین، کیونکہ فی الحال ہمارا مطلب خود تصوف کی تفسیر و تصریح نہین ہے، بلکہ فقط تصوف کے فلسفہ کی تاویل ہے، جسکی صوفیون کو ضرورت ہوتی ہے تاکہ تصوف کی امنگ سہل طور سے پیدا ہوسکے، ؎

تلقین درس اہل نظر یک اشارت است
کردم اشارتے و مکرر نمی کنم (حافظ)

۸۔ تصوف سے کیا فائدہ؟ کیا اوس سے ہر متنفس کی روزمرہ خوشی کی مقدار مین کوئی اضافہ ہوسکتا ہے، کیا اوس سے نوع انسان کی بہبودی من حیث المجموع زیادہ ہوسکتی ہے، ؟ اس قسم کے سوالات کسی صوفی سے کیے جائین، تو وہ ہنسکر جواب دیگا کہ تم خود صوفی بن کر دیکھو[1] تصوف حال ہے قال نہین، تم صوفی بنجاؤ تو معلوم ہوگا،

تصوف کی حالت اگر بار بار کسی کے نفس پر طاری ہوتی رہے، تو اوس کے جذبہ مین کچھ ایسی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے

[1] امجد:
ساری دنیا سے ہاتھ دھو کر دیکھو،
جو کچھ بھی رہا سہا ہے کھو کر دیکھو،
کیا پوچھ کرون کہ اس مین کیا لذت ہے
اک مرتبہ تم کسی کے ہو کر دیکھو،

کہ وہ اوسی مین رہنے کے واسطے بلا تامل اپنا من تن دھن وقف کردیتا ہے، وہ اپنے نفس مطمئنہ ہی کو اپنے حق مین ہزار بہشت کی ایک بہشت سمجھتا ہے، ؎

خرم دل آن کہ ہمچو حافظ
جامے ز مئے الست گیرد (حافظ)

وہ اپنے کو ہر شخص و ہر شے مین دیکھتا ہے، گویا وہ شخص خود آپ ہے، یا وہ شے یا اوسکی صفت خود آپ مین ہے، اوس کے نزدیک کوئی غیریت نہوگی، ہر مین کہنے والے کو وہ خود آپ ہے سمجھیگا، ہر چیز کے حسن و قبح کو خود آپ مین پائے گا، دوسرون کے اغراض اپنے اغراض تصور کرے گا، جب کسی فرقہ یا گروہ کے افراد مین سے اس طرح غیریت اوٹھ جائے اور ہر ایک اپنے اغراض کو دوسرون کے مخالف تو کیا یکسان بلکہ ایک ہونا تصور کرے گا، تو اوس گروہ مین صلح و امن کی ایسی لہر پیدا ہوجائے گی، کہ جسکے دیکھنے والے یہی کہین گے، ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

۹۔ نقرۂ بالا مین جس بہشت و فردوس کا ذکر ہے وہ محض نفس کا ایک وجدان Ideal ہے، جو صوفیون کے مد نظر رہا کرتا ہے، ساتھ ہی اس کے صوفیون کو بخوبی اس کا علم و احساس بھی رہتا ہے، کہ اپنے موجودہ زمانہ مین وجدانات Sentiments کا کامل وجود امکان سے باہر ہے، مگر اون کا خاصہ یہ ہے کہ اون کے مقاصد کے حصول کے لئے جس قدر زیادہ کوشش کیجاتی رہے اور اس کوشش مین جسقدر کامیابی جس حد تک حاصل ہوتی رہے، اوسی قدر زیادہ خوشی انفراداً، زیادہ بہبودی اجماعاً ہوتی ہے،

۱۰۔ ویدانت یا تصوف کے فلسفہ کی کوئی توضیح تشفی بخش نہین ہوسکتی، جب تک اوس کے ایک مفروضہ[1] Phyp othesis کا سرسری ذکر نہ کیا جائے، جو تمام ویدانتی و صوفی تحریرات مین مسلمہ ہے، جس کا نام عام زبان

[1] اصطلاحاً، قیاس، مفروضہ، نظریہ مین ویسا ہی فرق ہے، جیسا (۱) ایک بات سے دوسری بات نکالنا، (۲) چار یا پانچ باتون سے ایک بات نکالنا (۳) بہت سی باتون سے ایک عام بات نکالنا،

مین (بے ثباتی عالم) ہے، وہ سادہ الفاظ مین اسی قدر ہے کہ ہمارے محسوسات و ادراکات مین ہم کو کوئی ہستی درحقیقت
قائم نظر نہین آتی، بلکہ ہر ہستی اپنی ہیئت و حالت ظاہر و باطن کو ہر لحظہ و ہر آن بدلتی ہوئی پائی جاتی ہے، کسی ہستی کو یہان
ثبات نہین، اگر ثبات ہے تو صرف تبدیلی کو، اکثر ویدانتی اور صوفی بے ثباتیِ عالم کے ثبوت کی ضرورت ہی نہین سمجھتے بلا
ان لیتے ہین کہ ہمارے فہم و ادراک مین کوئی ایسی چیز نہین آسکتی جو ہر وقت اور ہر جگہ بالکل یکسان اور ایک حالت
مین ہو، زمین اپنے محور پر اس طرح سہولت سے پھرتی ہے، کہ ہم کو معلوم ہی نہین ہوتا کہ ہم بھی اوس کے ساتھ رات
دن پھرتے اور سال بھر سورج کے اطراف چکر لگاتے ہین، البتہ اگر کوئی زلزلہ آجائے تو کسی قدر احساس ہوتا
کہ ہماری زمین متحرک ہے، اگر کوئی شے اس عالم مین یکسان اور ایک ہی حالت مین رہنے والی قائم و دائم ہے تو
انسانون کے فہم و ادراک سے خارج ہے، ہر ہستی یا چیز، خواہ انسان ہو یا حیوان، خواہ درخت ہو یا پتھر، ہر جگہ ہر وقت
اپنی ہیئت و حالت اور اپنے اوضاع و تعلقات کو ہمیشہ ہر طرح سے بدلتا رہتا ہے، ہم جس کو فلان چیز کہتے ہین، ا
ساعت تو کیا ایک آن مین دوسری چیز ہو جاتی ہے، مین جو اس وقت ہون منٹ دو منٹ مین بالکل دوسرا
ہو جاتا ہون، مثلاً ندی جو بہتی چلی جاتی ہے، اگر دور سے دیکھی جائے تو استادہ پانی کا چشمہ نظر آئے گی، اگر قریب
جاکر دیکھی جائے تو بہتا ہوا پانی نظر آئے گا، جو بہاؤ کی سرعت کی وجہ سے دور سے (بہ نسبت ندی کے کنارون کے)
استادہ پایا گیا، اگر اور بھی قریب جاکر خوب غور سے پانی پر نظر ڈالی جائے تو اوس کا قطرہ قطرہ ایک مقام سے دو
تیسرے چوتھے مقام پر جاتا ہوا پایا جائے گا، پانی کا ایک ایک قطرہ بھی اگر کلان بین سے دیکھا جائے تو اوس کا
ذرہ اپنی ماہیت و حالت بدلتا ہوا نظر آئے گا، یہی حالت اس عالم کی ہر ہستی یا ہر شئی کی ہے، جو اگرچہ بادی النظر مین
ایک طور سے قائم پائی جاتی ہے، لیکن دراصل جلد سے جلد تر بدلتی رہتی ہے، کسی کو کوئی ثبات یا دوام نہین، ہر ہستی
نہ بود ہے نہ نابود ہے، بلکہ بود و نابود دونون کے مابین ہے، اسی کو حالتِ ارتقا کہتے ہین، دنیا بقول جامی، ؎

بحریست نہ کاہندہ نہ افزایندہ
امواج برو روندہ و آیندہ

عالم چو عبارت از ہمین امواج است
نبود دو زمان بلکہ دو آن پایندہ

۱۱- غرض اس طرح ہر جگہ اور ہر وقت اپنے صفات و حالات، اپنے حرکات و سکنات اپنے باہمی تعلقات،
اپنی ہیئت و حالت کو بدلتے ہوئے اشیا یا ہستیون کو فلاسفر اصطلاحاً انگریزی مین (واحد) فنامنن (Phenomenon)
(جمع) فنامنا، اور عربی مین (واحد) ظاہرہ (جمع) ظاہرات یا ظواہر کہتے رہے، مگر حال مین پروفیسر آئین سٹین نے اپنے
مشہور نظریۂ تناسبیہ کے واسطے ان کا نام (واقعاتِ مکان و زمان) رکھا ہے، مگر صوفی اپنے فلسفۂ تناسبیہ مین جملہ ظواہر
کو حادثات جسم و جان) یا (حوادثِ روح و جسم) کہتے ہین، جن کا بیان متعاقب آئے گا۔

۴- ارتقار

۱- راقم گذشتہ تیس سال مین کسی ایسے صوفی یا ویدانتی سے نہین ملا، جو مذکورہ معنون مین ظواہر یا حادثات
جسم و جان کے ارتقا کا قائل نہ تھا، لفظ ارتقا، و نیز انگریزی لفظ یوولیوشن (Evolution) کے لغوی
معنی خود بخود کھلتے اور پھیلتے جانا ہوتے ہین، اوس کے اصطلاحی مفہوم مین ترقی و تنزل، عروج و نزول دونون
شریک ہین، مثلاً بعض یکسان اجزا یا قوتون کے اجتماع (Integration) سے ایک جدید شے یا جدید قوت
بن جانا اور، اوس جدید شے یا جدید قوت کے اجزا مین افتراق (Differentiation) پیدا ہونے پر بھی
باہم اجزا مین ایک طرف اور نیز اجزا اور کل مین دوسری طرف اعتدال (Equilibrium) باقی رہنا
یہ سب امور مجموعاً ارتقاء عروج کے معنون مین شامل ہین اور اوس جدید شے کے یا جدید قوت کے اجزا یا قوتون مین
پھر افتراق ہونے سے اجتماع باقی نہ رہ کر باہمی اعتدال کا زوال ہو جانا، یہ سب امور بھی مجموعاً ارتقار نزول کے معنون
مین شامل ہین، لیکن نظریۂ ارتقار کے تین طریقے اجتماع و افتراق و اعتدال کی کیفیت بیان کرنا تو کہان اوس
نظریہ کی تعریف بھی مختصر طور سے کرنیکی یہان گنجایش نہین ہے، فقط سرسری طور پر ارتقار کے معنی بتا کر یہ کہدینا مقصود
ہے، کہ ویدانتی اور صوفی اس ارتقا کے ہمیشہ قائل رہے ہین، اگرچہ اون کے تصانیف و تالیفات مین اشیا یا قوئی کے
ارتقا، کا کوئی ایسا ثبوت نہین ہے، جیسا کہ انیسوین صدی کے مغربی محققین نے پیش کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اگلے

زمانہ کے صوفی محققین اپنے اختبارات (Experiments)، آزمائشات (Observations) و تحقیقات (Investigations) کا فقط نتیجہ بیان کر دیتے تھے، طریقۂ اختیار، ترکیب آزمایش اور آئین تحقیقات کی توضیح و تصریح غیر ضروری سمجھتے تھے، غرض صوفی بے تکلف مانتے ہین کہ ظواہر، واقعاتِ زمان و مکان، حادثاتِ جسم و جان مین (۱) طبعیات کے اعتبار سے فعل و ضدِ فعل کا (۲) حیاتیات کے اعتبار سے ولادت و موت کا (۳) اقتصادیات کے اعتبار سے تدریجی ترقی اور تدریجی تنزل کا دور دورہ، دوردائرہ (Cycle) ہر وقت اور ہر جگہ رہا ہے، اور ہمیشہ رہے گا، مزید برآن یعنی ارتقاء کے عمل کو ماننے کے علاوہ صوفی اور ویدانتی اس کے مدارج بھی تسلیم کرتے ہین، چنانچہ مولینا رومی کی مثنوی کے ابیات[1] مین ارتقاء کے مدارج بتائے گئے ہین و[illegible] کے اوپانشن کے استعارات مین مچھلی سے لیکر انسان و ملائکہ تک کے مدارج ارتقا بیان کرتے ہین بلکہ ارتقا کا نظریہ ان حضرات کے نزدیک بے ثباتی عالم کے [illegible]

۲- صوفیون اور فیلسوفون نے ظواہر کے یعنی حادثاتِ جسم و جان کے دور دورہ کو ہستی تصور کیا ہے، لیکن [illegible] یہ ہے، کہ وہ کیا چیز ہے؟ وہ قوت کیا ہے، جس کے دورہ دائری یا دور دورہ Cycle کو ہم ہستی کہتے ہین [illegible] الفاظ مین سوال یون کیا جا سکتا ہے، کہ "وہ کیا ہے جس کا عروج و نزول ارتقاء مین ہوتا ہے"؟ ہربرٹ اسپنسر [illegible] اسٹیفن جیسے فیلسوف (فلاسفۂ لاادری) Agnostics کہتے ہین، کہ "وہ کیا ہے، ہم نہین جانتے اور جاننا [illegible] اس کا علم ہم کو کچھ بھی نہین ہو سکتا حتی کہ وہ ہے، یا نہین، یہ بھی ہم نہین کہہ سکتے" چند دوسرے فیلسوف (عقلا [illegible] الٰہی) Gnostics کہتے ہین، کہ "وہ ذات ہے جو ظواہر مین، واقعاتِ زمان و مکان مین، حادثاتِ جسم و جان مین مستتر ہے، جس کا اجمالی علم یا احساس ہم کو کسی نہ کسی طور سے ہوتا رہتا ہے" لیکن سوال مذکور کا جواب صوفیون اور ویدانتیون کے پاس یہ ہے کہ وہ ذات بحت یا ذاتِ مطلق خدا ہے، جسکی نسبت چہ چون چرا کچھ [illegible] ہم نہین کہہ سکتے لیکن اس کے وجود کا محض احساس ایک طور سے کبھی نہ کبھی تصوف کی خاص حالت یا امنگ [illegible] ہونا ممکن ہے اسی لئے وہ انسان کا اکثر تصوف کی حالت مین رہنا پسند کرتے ہین،

[1] من جمادی بودم و نامی شدم ... الی آخرہ،

۵- ذرائعِ سلوک

۱- "صوفیون یا ویدانتیون کے مختلف فرقے ہین" ایسا کہنا غلط ہے کیونکہ (سب کو ایک سمجھنے) والون مین تفرقہ نہین ہو سکتا، ان مین کوئی فرقہ بندی ممکن نہین، البتہ بعض صوفیون نے اپنی اپنی سمجھ کی تائید کے لئے کوئی ایک معمولی طریقہ سوچ لیا ہے، بعض نے غیر معمولی طریقہ اختیار کر لیا ہے، چند اور صوفیون نے ایک تیسرا طریقہ ایجاد کر لیا ہے، اوپر بیان کر دیا گیا ہے کہ علم و فن مین جو فرق ہے، وہی فرق تصوف و سلوک مین ہے، اور ایک تشبیہ سے سمجھایا گیا، کہ شاہراہ شریعت پر سے گذر کر قرب الٰہی حاصل کرنے کے ذرائع (تیز رفتار سواریان) ہوتے ہین جسطرح سواریان اقسام کی ہوتی ہین، اوسی طرح سلوک کے ذرائع بھی قسم قسم کے ہو سکتے ہین ایسے ہر ذریعۂ سلوک کا نام صوفیون نے طریقہ قرار دے لیا ہے،

۲- شریعت کی شاہراہ سے جلد عبور کرنے کے ذریعہ (طریقہ) کے نام سے موسوم ہین، سلوک کے طریقے دراصل دو ہین، اور دیگر تمام طریقے ان دونون طریقون کے متعدد امور کے شمول و خروج، جمع و تفریق سے نکالے گئے ہین، ایک اصولی طریقہ اون صوفیون اور اَدْوَیتا ویدانتیون کا ہے جو ھوالکل کہتے ہین، اور دوسرا اصولی طریقہ اون صوفیون اور دُویتا ویدانتیون کا ہے، جو ھوالباری کہتے ہین، دونون اگرچہ پکے موحد ہین، لیکن توحید کو پانے کا "طریقہ" جس کو ہم "ذریعہ" کہین گے، ہر ایک نے الگ الگ اختیار کیا ہے، ہر طریقہ یعنی ذریعہ کے متعلق مختلف مباحث طول و طویل ہین جن کا تذکرہ اس مضمون کے اغراض کیلئے غیر ضروری ہے،

۳- یہان فقط اشارۃً و کنایۃً دونون کا فرق حسب ذیل بتایا جاتا ہے،

(الف) ھوالکل	(ب) ھوالباری
۱- نظریہ- ہمہ اوست یا اندر ہمہ اوست،	۱- نظریہ- ہمہ ازوست[1]،
۲- ارتقاء خود بخود ہوتا ہے Emergent	۲- ارتقاء- پیدا کیا جاتا ہے، Creative

[1] گر بگوئی بگو (ہمہ ز وست)۔ ور بدانی بدان (ہمہ اوست)

۳۔ تصوف، ہیجہ، سکون کی طرف مائل peace	۳۔ تصوف ہیجہ جوش کی طرف مائل Ecstacy
" جذبہ، وہ اور مین جدا نہین (وہ دریا تو مین قطرہ ہون)	" جذبہ، اوس کے ساتھ مین اور میرے ساتھ وہ ہے،
" وجد: وصل؛	" وجد، "عشق"
۴۔ حقیقت، حق، حق، حق؛	۴۔ حقیقت، "حُسن ازلی، محبوب کل"
۵۔ اعتقاد، مین کون ہون؟ انا الحق (عارف)	۵۔ اعتقاد، مین کون؟ انا عبدہٗ (عاشق)

۴۔ فلسفہ مین یعنی علوم و فنون کے اصول سے استقرآت مین تین اصل الاصول ہین، جو مسائل کے طور پر یون بیان کئے جا سکتے ہین:۔ پہلا مسئلہ Psychological روح یا نفس کیا ہے، ؟ دوسرا مسئلہ Cosmological ماحول النفس کچھ ہے کہ نہین اگر ہے تو کیا ہے، تیسرا مسئلہ Ontological نفس و ماحول النفس کے ماسوا یا ماورے کچھ ہے بھی ؟ یہی اصولی مسائل ہین، جنسے متعلق بقیہ تمام مسائل ہین جن کے بیان و تادیل و ثبوت وغیرہ مین فلسفی سرگرم رہتے ہین، مگر صوفیون اور ویدانتیون کے پاس ان تینون سوالون کا ایک ہی جواب صرف ھُوَ ہے، یہ جواب دیدینا بہت سہل ہے لیکن اوس کی صحت کا کسی فرد بشر کو یقین دلانا کچھ سہل نہین ہے، اس کے واسطے بو علی سینا، امام غزالی جیسے صوفیون کو شنکراچاری، مادھواچاری جیسے ویدانتیون کو فلسفہ کی ضرورت ہوئی،

۵۔ اوپر اصطلاحی الفاظ، ہیجہ، جذبہ، وجدہ کی تعریف کردی گئی ہے، اور بیان ہو چکا ہے کہ ہو الکل اور ہو لیساری کہنے والے صوفیون کی مذکورہ پانچ مختلف باتون کے شمول و خروج یا جمع و تفریق سے، دوسرے تمام طریقے یعنی ذرائع سلوک قائم ہوئے ہین، گویا معدودے چند دھاتون کے آلات اور مختلف وضع کے کل پرزون سے جدا جدا سواریان (ٹرام، بگھی، موٹر، ایروپلین) ہر وضع و قطع کے ذرائع سیر کے واسطے بنالیے گئے ہین، تمام سواریان (طریقے) اگرچہ ایک ہی وضع و قطع کی نہین ہین، لیکن سب ایک ہی سڑک شریعت (دھرم) پر چلنے والے اور سب ایک ہی منزلِ مقصود کو لیجانے والے ہین۔

مین نور کا ہون شیدا، وہ نار پر فدا ہے   منزل تو ایک ہی ہے، رستہ رستہ جدا جدا ہے، (امجد)

اسی لئے یہان ہر طریقہ کے مباحث کی صراحت کی کوئی ضرورت نہین، صرف اون کو اشارۃً بیان کردینا کافی ہے، ان مسائل و مباحث کی مرشدون کو اس لئے ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ (جیسا اوپر بیان ہوا ہے) اپنے مریدین کے دلون مین یقین کامل پیدا کرین، جو تصوف کی امنگ کیلئے لازم ولابد ہے، علی العموم کہا جا سکتا ہے، کہ صوفیون کو ایک خاص قسم کے فلسفہ کی (جس کا نام ہم نے فلسفہ فقرا رکھا ہے) ضرورت اس لیے ہوئی کہ اوس سے طالب کے دل مین یقین کامل پیدا کرنے مین سہولت ہو سکے (دیکھو فصل ۲، ۳ کے دفعات متعلقہ صوف تصوئیف و تصوف،) (باقی)

حضرت شاہ وجیہ الدّین علوی گجراتی،

از

مولانا سید ابوظفر صاحب ندوی، سابق مدرس عربی و فارسی ہما دریالے احمد آباد (گجرات)

گجرات مین سینکڑون علما اور اتقیا پیدا ہوے اور چل بسے، لیکن گجرات کے آسمان پر دو ایسے آفتاب و ماہتاب چمکے جن کے علمی کارنامون کی شعاعین ابھی تک پرتو فگن ہین، ان مین سے ایک محدث بے بدل علامہ شیخ محمد طاہر پٹنی (گجراتی) ہین، اور دوسری مقدس ہستی جناب حضرت شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کی ہے، ان سے پہلے نہروالہ پٹن (انہل واڑ) اور احمد آباد مین متعدد مدارس موجود تھے، اور مختلف علمی مرکزون سے لوگ فیضیاب ہوتے تھے، لیکن جب سے ان دونون بزرگون کا وجود ظہور پذیر ہوا، علمی دنیا مین نیا انقلاب پیدا ہوا، اور تشنگان علم کی جس کثرت تعداد نے ان سے سیرابی حاصل کی، گجرات مین شاید ہی کوئی دوسری ذات بابرکات ان کے مدِ مقابل نکلے، ان مین سے خصوصیت سے جناب شاہ وجیہ الدین کا فیضان مدرسہ اور تلامذہ کی شکل مین صدیون رہا، اور گجرات ان کے دم قدم سے مدت تک منور رہا، لیکن افسوس ہے کہ گجرات کے باہر کے لوگ ان سے اور انکی تصنیفات سے بہت کم واقف ہین، اس لئے ضرورت ہے کہ ان کے حالات لکھے جائین،

نام ونسب شاہ صاحب کا اصلی نام سید احمد ہے، مگر دنیا ان کو وجیہ الدین کے نام سے جانتی ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے، وجیہ الدین احمد بن قاضی سید نصر اللہ بن قاضی سید عماد الدین بن قاضی سید عطاء الدین بن قاضی سید معین الدین، بن سید بہاؤ الدین بن سید کبیر الدین، اسی طرح سلسلہ سیدنا امام محمد تقی تک پہنچتا ہے[1]، سید کبیر الدین صاحب کا اصل وطن یمن تھا، لیکن مکہ معظمہ مین آکر مقیم ہوگئے تھے، اور اسی لحاظ سے بعض لوگون نے ان کو مکی بھی تحریر کیا ہے، کہتے ہین کہ سید بہاؤ الدین ایک دن

[1] مرأۃ احمدی میں ہے کہ آپکے خاندانی لوگ سلسلۂ نسب محمد بن عریض بن محمد الجواد تک لیجاتے ہین، اس سے معلوم ہوا کہ آپ علوی کیساتھ عریضی بھی ہین،

خانۂ کعبہ مین معتکف تھے کہ ان کو بذریعہ کشف ایسا معلوم ہوا کہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ ہند کے صوبۂ گجرات مین جاکر خلق کی ہدایت کرو، چنانچہ آٹھوین صدی کے آخر یا نوین صدی کی ابتدا مین بہ عہدِ مظفر شاہ اول گجرات تشریف لائے، اور مقام پاٹری ضلع جھالاواڑ مین توطن اختیار فرمایا اور ہدایتِ خلق مین مشغول ہوگئے، قرینہ وقیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خشکی سے دہلی یا اُچھ ہوتے ہوئے تشریف فرما ہوے، ورنہ بحری راستہ سے کنبھائت یا بھروچ اتر کر کہین مقام ہونا چاہئے تھا، یا ممکن ہے کہ بحری راہ سے تشریف لائے ہون، اور خصوصیت سے جھالاواڑ جیسے کوہستان کو ارشاد و ہدایت کے لیے انتخاب فرمایا ہو،

ان کے بعد سید معین الدین ان کے لڑکے جانشین ہوے اور حکامِ وقت کی طرف سے محکمۂ قضا ان کے سپرد ہوا اور پھر ان کے لڑکے قاضی سید عطاء الدین اور پوتے قاضی سید عماد الدین بھی اس محکمہ سے منسلک رہے اور مختلف ضلعون مین بحیثیت قاضی کام انجام دیتے رہے، جناب شاہ وجیہ الدین صاحب کے والد ماجد قاضی نصر اللہ محمود بیگڑہ کے آخر عہد مین بمقام چانپانیر قاضی کے عہدہ پر مامور تھے اور ان کی خصوصیت یہ تھی کہ مشتبہ امور سے بہت احتراز فرماتے تھے، سلطان مظفر حلیم ان سے بہت خوش تھا، اسی لیے احمد آباد اپنے ساتھ لاکر اپنے محل کے پاس امامت کے لیے جگہ دی، یہ وہی مقام ہے جس کو آج خانقاہ (یا درگاہ) شاہ وجیہ الدین کے نام سے لوگ موسوم کرتے ہین،

ولادت جناب شاہ صاحب کی ولادت ۲۲ محرم ۹۱۱ھ کو بمقام چانپانیر ہوئی، لفظ "شیخ" سے ان کی ولادت کی تاریخ نکلتی ہے، تقریباً سات آٹھ برس تک چانپانیر مین مقیم رہے، کیونکہ ۹۱۷ھ مین سلطان محمود بیگڑہ کے انتقال پر سلطان مظفر حلیم تخت نشین ہوا، جس نے قاضی نصر اللہ کو اپنے ساتھ لاکر احمد آباد مین مقیم کیا،

تعلیم سات آٹھ برس تک آپ اپنے والدین کے کنارِ عافیت مین پرورش پاتے رہے، قدرت نے بھی اپنے عطیات مین کسی قسم کا بخل نہین کیا تھا، ذہانت، ذکاوت، یادداشت کا مادہ، ابتدا سے موجود تھا، چنانچہ سات سال کی عمر مین قرآن مجید حفظ کرلیا، اور آٹھوین سال تجوید کے ساتھ قرآن پاک علماء کے سامنے سنایا، اس کے بعد علومِ [illegible] مین مشغول ہوے، اور اپنے چچا سید شمس الدین صاحب سے ابتدائی کتابین پڑھین، پھر اپنے ماموں سید

ابوالقاسم صاحب سے حدیث کا درس لیا، ۱۴، ۱۵ سال کی عمر میں علامہ محمد بن محمد ملکی سے حدیث کا اختتام فرمایا، اور سب [illegible] آخر میں محدث ابوالبرکات بنانی عباسی کو حدیثین سنائین،

علوم عقلیہ محقق جلال الدین دوانی کے شاگرد مولانا عماد الدین طارمی اور ابوالفضل ظہیرالدین محمد گاذرونی جیسے علامۂ عصر سے حاصل کی، مولانا [illegible] واسطے سے علامہ سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ سے بھی تلمذ کی نسبت رکھتے تھے، اسوقت مولانا موصوف کی تصانیف مین سے [illegible] تہذیب کی شرح قلمی، اور علامہ گاذرونی کی یادگار حاشیہ بر بیضاوی قلمی کتب خانۂ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد [illegible] موجود ہے، ۲۲ سال کی عمر مین شاہ صاحب نے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی، اور "وجیہ" مادۂ تاریخ ہے،

بیعت طریقت ابتداً اپنے والد ہی سے چشتیہ اور مغربیہ طریقون کو سیکھتے رہے، لیکن کچھ دنون حضرت شاہ [illegible] چشتی قدس سرہٗ کی صحبت سے بھی مستفیض ہوئے، اُن کے انتقال کے بعد میان بدرالدین ابوالقاسم سہروردی کی طرف متوجہ ہوئے، اور حضرت نجم الدینؒ کی صحبت مین بھی رہتے، بسا اوقات جب جذب کا شوق غالب [illegible] تو حضرت سید کبیرالدین مجذوب سے ملاقات فرماتے، اور درد دل کی شکایت فرما کر علاج کے طالب [illegible] پھر کچھ دنون کے بعد حضرت سید محمد غوث گوالیاریؒ تشریف لائے، جناب شاہ صاحب ان سے ملے، اور [illegible] ان سے متاثر ہوکر فوراً ان سے بیعت کرلی، اور اُن کی صحبت جلوت اور خلوت سے مستفیض [illegible] کامل ہوکر سند اور خرقۂ خلافت حاصل کیا،

مدرسہ کی بنیاد ۹۳۲ھ مین تکمیلِ تعلیم کے بعد درس وتدریس کی طرف توجہ کی، اس وقت ان کی عمر چوبیس یا پچیس [illegible] کی تھی، ابتدائے درس [illegible] سلطان بہادر شاہ گجراتی کا ابتدائی عہد تھا، یعنی اس کی تخت نشینی کو صرف دو تین [illegible] دستور تھا کہ صاحب علم وفضل جہان بیٹھ جاتا، کچھ دنون کے بعد [illegible] مقام اپنے وقت [illegible] امرا اور سلاطین کی توجہ سے طلبہ کے لیے تمام سہولتین [illegible] پہنچائی جاتین، جناب شاہ صاحب نے [illegible] باقاعدہ ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی تو بہت جلد اس [illegible] ہوگئی، طلبہ کے [illegible] اور [illegible] کا بھی انتظام ہوگیا [illegible]

بھی ملنے لگا، طلبہ کے علاج کے لیے ایک طبیب ۱۲ ماہانہ پر تھا[1]، آپ نے اس مدرسہ مین ۷۰ سال تک تعلیم دی اور مشہور ہے کہ اس مدت مین کبھی آپ نے قصداً مدرسہ بند نہین فرمایا، اور نہ اسباق کا ناغہ ہونے دیا، ہر علم وفن کی تعلیم یہان ہوتی تھی، ابتدا مین غالباً وہ تنہا مدرس تھے، لیکن رفتہ رفتہ اساتذہ کی تعداد بڑھتی رہی، اور طلبہ کے انتہائی ترقی پر ہم دیکھتے ہین، کہ ایسے تلامذہ بھی اپنا وقت تدریس مین صرف کرتے ہین جو خود ابھی فارغ نہین ہوئے ہین، مندرجۂ ذیل علوم وفنون کی تعلیم یہان ہوتی تھی، ابتدائی تعلیم کے علاوہ تفسیر مع اصول، حدیث مع اصول، فقہ مع اصول، معانی وبلاغت، منطق، فلسفہ، ہیئت، مناظرہ، ادب وغیرہ علوم ظاہری کی تکمیل [illegible] کو تصوف کی طرف رجحان ہوتا، تو اس کی بھی تعلیم دیتے، ان کے علاوہ ایسے اشخاص جو باہر سے آ[illegible] سے سیراب ہوتے ان لوگون کی تعداد بھی کچھ کم نہین ہے، فتویٰ نویسی کا بھی باقاعدہ انتظام تھا، اور خاص اس کام پر ذمہ دار اشخاص کا تقرر فرماتے تھے، عام فتوون کو چھوڑ کر جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو خود اس پر غور فرماتے، اور تحقیقی جواب تحریر فرما کر اپنے دستخط سے اسکو مزین فرماتے،

[illegible] دولت سلطنت بھی کسی امر مہم مین بغیر آپکے دستخط کے احکام نافذ نہین کرتی، اور ایسے امر کو مشتبہ سمجھتی جس مین آپ کے دستخط نہ ہون، چنانچہ جناب سید محمد غوث گوالیاری کے متعلق جب علمائے وقت نے جن کے سرگروہ شیخ علی [illegible] تھے، کفر اور قتل کا فتویٰ لکھ کر بطور محضرنامہ کے سلطان محمود ثالث کے سامنے پیش کیا تو سب سے [illegible] کیا کہ اس پر جناب شاہ وجیہ الدین کے دستخط کیون نہین ہین، غرض سلطان [illegible] ہوئی، اور خود حاضر خدمت ہوکر شرف قدمبوسی حاصل کیا، اور جوابات شافیہ [illegible] دیا اور سید موصوف کو بری قرار دیا،

[illegible] کا دائرہ بہت وسیع تھا، اسی (۸۰) کی تعداد [illegible] لوگون کی ہے جنھون نے اطراف ملک مین

[1] بات نگر گجراتی [illegible] معلوم ہوتی، دیکھو حاشیہ ابن بطوطہ اردو جلد دوم عہد فیروز شاہ تغلق [illegible]

منتشر ہو کر مدرسے قائم کئے، اور خود صاحبِ درس ہوئے، جناب شاہ صاحب کی کمال خوش نصیبی یہ ہے کہ اپنی زندگی ہی میں شاگردوں کے شاگرد کو مسندِ علم پر رونق افروز ہو کر درس و وعظ کے ذریعہ خلق کو ہدایت کرتے دیکھا، گویا زندگی کا اصل منشا آپ کے سامنے ہی پورا ہو گیا،

شاہ صاحب کے والد کی وفات

۲۰ محرم ۹۵۵ھ میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا، اس وقت آپ کی عمر ۴۴ سال کی تھی، اور تعلیم و تعلم کے سلسلہ کو بھی ۴۴ سال ہو چکے تھے، ان کے والد ماجد قاضی نصر اللہ صاحب نے بھی عمر طویل پائی، وہ سلطان محمود اول بیگڑہ کے عہد وسط میں پیدا ہوئے، اور سلطان محمود ثالث کے عہد میں وفات پائی، عمر بھر خوشحال رہے، اور اکابر شہر میں معزز، اور معاصرین میں ممتاز، آپ کی وفات کا مادۂ تاریخ ہے "لہٗ جنات الفردوس نزلا"

شاہ صاحب کی وفات

شاہ وجیہ الدین صاحب ۲۹ محرم ۹۹۸ھ بروز یکشنبہ صبح صادق کے وقت اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوئے، اس وقت ان کی عمر (۸۸) برس کی تھی، ان کا مزار مدرسہ کے وسطِ صحن میں بنایا گیا، جو اس وقت تک زیارت گاہِ عام و خاص ہے، امرائے اکبری میں سے ان کے معتقد "صادق خان" نے روضہ کی عمارت تیار کی، اور امرائے جہانگیری میں سے فرید خان المخاطب مرتضیٰ خان بخاری نے اپنے عہدِ صوبہ داری گجرات (۱۰۱۵ھ) میں مرقد کے اوپر چھتری تیار کی، جس پر سیپ کا کام نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے، اور مندرجۂ ذیل اشعار کندہ ہیں،

مرتضیٰ خان فرید دریا دل	فیض دانی و رحمتِ شامل
عرش بر طرح کرد از ہمت	بر سرِ قبرِ مرشدِ کامل
محو دیدارِ حق وجیہ الدین	آن بموت و حیاتِ خود واصل
در بر شاہد ازل خفتہ	از شراب وصال لایعقل
ہست عینِ حضور آگاہی	غفلت اورا نمی کند غافل
کعبہ از درون چنان روشن	کہ جدا ازش نمی شود حائل

قبلۂ حاجت و مقامِ مراد	مبدأ فیضِ عارف و کامل
سالِ تاریخ او زغیب رسید	عرش اسلام قبلۂ مقبل
تا فلک باد، باد بانیِ این	تا جہان باد، باد این منزل

"عرش اسلام قبلۂ مقبل" سے تاریخ نکلتی ہے، جو ۱۰۱۱ھ ہوتی ہے، میرے خیال میں کوئی حرف چھوٹ گیا ہے، جس کے سبب سے دس عدد کم ہوتے ہیں، کیونکہ فرید خان کا عہد ۱۰۱۴ھ سے ۱۰۱۵ھ تک ہے، اس لئے اس کی بنا ۱۰۱۱ھ غالباً ہو گی، ایک شبہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ ۱۰۱۱ھ ہی میں تیار کرایا ہو، لیکن اشعار خود اس کی تردید ہوتی ہے، ۱۰۱۱ھ عہدِ اکبری میں، اس وقت فرید خان کو امرائے اکبری میں کوئی امتیاز حاصل نہ تھا، اور نہ اس وقت تک اس کو مرتضیٰ خان کا خطاب عطا ہوا تھا، ۱۰۱۴ھ میں جب اکبر نے وفات پائی اور جہانگیر تخت نشین ہوا، تو اس کو جہانگیر نے اس خطاب سے سرفراز کیا، اور گجرات کا گورنر بنا کر بھیجا، اور یہ اس کی وفاداری اور کارگزاری کا صلہ تھا، کہ جب جہانگیر اپنے باپ اکبر اعظم سے باغی ہو کر ادھر ادھر پھر رہا تھا، اور امرائے دربار کے خوف سے اسی فرید خان کے گھر روپوش ہو گیا تھا، اسلئے فرید خان ۱۰۱۱ھ میں نہ گورنر تھا، نہ "مرتضیٰ خان"[1]

جناب شاہ وجیہ الدین صاحب کی وفات کی تاریخ "لھم جنات الفردوس نزلا" ایک شخص نے نکالی ہے، جس سے ۹۹۸ھ کی تاریخ نکلتی ہے، اس تاریخ میں دلچسپ بات یہ ہے کہ یہی تاریخ خفیف تغیر سے جناب شاہ صاحب کے والد کی وفات کی بھی ہے، یعنی "لہٗ" اور "لھم" کے فرق سے دونوں کی الگ الگ تاریخیں نکلتی ہیں[2]، اس سے بھی زیادہ دلچسپ تاریخ آپ کے تلمیذ رشید مولانا عبد العزیز نے تحریر کی ہے،

---

[1] و شیخ بخطاب مرتضیٰ خانی سربلند یافت (آغاز جلوس اول ۱۰۱۴ھ اقبال نامہ جہانگیری ص۱ م کلکتہ) و ہمدرین سال مرتضیٰ خان بہ صاحب صوبگی گجرات سرفرازی یافت، (کتاب مذکور ص۱۹)

[2] رسالہ حسن فراہی قلمی کتب خانہ پیر محمد شاہ،

جو ان کی ذہانت اور فطانت کی بین شہادت ہے، چنانچہ آپ کی رحلت کی تاریخ "شیخ وجیہ دین" نکالی ہے، (۹۹۸ھ) پھر "شریف" سے سال ولادت اور "وجیہ" سے مدت تکمیل علوم وفنون، اور "شیخ وجیہ" سے آغاز تعلیم وتعلم اور لفظ "دین" سے کل مدت تدریس وہدایت اور "وجیہ دین" سے کل مدت عمر نکلتی ہے[1]، اس کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی مختلف تاریخیں کہی ہیں، علوی صاحب جمال بہشت، بہ بہشت مسکن وجیہ الدین، آخرالاولیا وجیہ الدین، وغیرہ وغیرہ، وفات کے بعد لوگوں نے ان کے بہت مرثیے کہے، جو اردو، فارسی، عربی ہر زبان میں موجود ہیں، مولانا ابراہیم دکنی کا عربی مرثیہ بہت پردرد اور پراثر ہے، اس کے بعض اشعار یہ ہیں،

الی احمد اباد احن تشوقا یحب الذی اھواہ قلبی تفاخرا

فذاک وجیہ الدین ذوالنجالاکری عراہ لطلاب الھدایۃ مقصد

وھاد الی نحو الرشاد مرشد[2]

مشہور شاعر ولی گجراتی نے بھی متعدد قصیدے اُن کی شان میں تحریر کئے ہیں، جنمیں سے ایک بند مندرجہ ذیل ہے،

اے تو ہے آفتاب عالم تاب فیض تیرے سے جگ ہے مقصد یاب

دل ترا کان علم و بحر عمل، بر معانی ہے اس میں تشنہ خوش آب

روئے انور کی تیرے دیکھ ضیا رشک سے آفتاب ہے بے تاب

نقش ہوکے عاقلان نے کہا دل کو تیرے جگت مین لب لباب

فکر تیری ہے آب دانش وہوش ہر گل عقل تجھ سے ہے سیراب

اے تو مجموعۂ فراست تام دل ترا مطلب ہزار کتاب

تا قیامت گریز پا نہ رہے تجھ محبت کی آگ سے سیماب

مانگتے ہیں مدد سے تجھ نشہ کی روز و شب چند رستم و داراب

[1] خاصۃ الوجیہ قلمی ص۲ [2] رشاد شرح ارشاد آپ کی تصنیف ہے، بطور تلمیح اس کا ذکر ہے،

اس زمانے مین بے گمان بے شک تجھ مین ہے سب طریقۂ اصحاب

اے امام جمیع اہل یقین

قبلۂ راستان وجیہ الدین

سیاسی امور جناب شاہ صاحب کی ۸۸ برس کی عمر مین وفات ہوئی، اور اس عمر مین دس گیارہ بادشاہوں کا عہد پایا، ساٹھ برس کی عمر تھی جب سلطان محمود بیگڑے نے وفات پائی، زمانہ کی ۲۲ بہارین جب آپ نے دیکھین، تو سلطان مظفر دوم چل بسا، اور اسی سال سکندر گجراتی مقتول اور محمود دوم معزول ہوا، ۳۳ سال کی عمر مین سلطان بہادر گجراتی کو سمندر مین ڈوبتے ہوے دیکھا، دہلی کے ہمایون بادشاہ اور سلطان محمد فاروقی (خاندیس) کی چند روزہ بہار بھی آپ کی نظرون سے گذری، ۵۱ سال کی عمر مین سلطان محمود ثالث کو زہر پیکر ہمیشہ نیند سوتے ہوئے دیکھا، جب آپ نے عمر کی ۵۰ منزلین طے کین تو سلطان احمد ثانی کو سابرمتی کے کنارے مردہ پڑا پایا، زندگی فانی کی خزان ستر موسم گذرنے پر سلطان مظفر سوم ایک قیدی کی حیثیت سے اکبر کے دربار مین کھڑا نظر آیا، اور آٹھ صدی کے اختتام پر اکبر کے جاہ وجلال کا بھی نظارہ کیا، آپ نے اس علم وفضل اور کثیر معتقدین ومریدین کے باوجود کبھی کسی سیاسی کام مین دخل نہین دیا، اور نہ حکام اور عمال سے ملنے کی کوشش کی، آپ کے آخری عمر مین اسقدر جلد جلد سیاسی انقلابات برپا ہوئے اور انسانی خون کو جس طرح بیدردی سے بہتے ہوئے آپ نے دیکھا اس سے قدرتی طور پر آپ اس سے بے حد متاثر ہوئے ہونگے، اور دنیا کی اس بے ثباتی نے تصوف مین جو رنگ آمیزی کی ہوگی اس کا اندازہ وہی کرسکتا ہے جو اس بادۂ عرفان کا جرعہ کش ہو، تاہم ظاہر بینون کے لیے شرح گلید مخازن، اور شرح جام جہان نما ایک ایسا مصفا آئینہ ہے جس مین انکی جھلک بآسانی دیکھی جاسکتی ہے،

اخلاق وعادات اخلاق کے لحاظ سے بھی آپ کی ذات اپنے ہمعصرون سے بہت ارفع تھی، تقویٰ آپ کا خاص شعار تھا، اور مشتبہ امور سے پرہیز کرنا گویا آپ کی فطرت تھی، آپ احتیاط کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہین دیتے تھے، چاہے کسی قدر بھی تکلیف اٹھانی پڑے،

تقوی

اسی سبب سے آپ اپنی غذا خود محنت سے حاصل کرتے، اور اپنے والد ماجد کے یہاں کھانے سے اجتناب کرتے تھے، عرصہ کے بعد آپ کے والدین کو اس معاملہ کی خبر ہوئی، اور والد کے استفسار پر آپ نے عرض کیا کہ آپ قاضی ہیں، اور بہت ممکن ہے کہ ملازمین آپ کے لین دین میں مشتبہ امور کا خیال نہ کرتے ہوں، قاضی صاحب نے ہمیشہ تقوی کا کیسا تو زندگی بسر کرتا ہوں [illegible] غالباً اسی کا صلہ ہے کہ تمہارے [illegible] فرزند عطا فرمایا جو میرے ہی طرح کمائی کھاتا ہے،

[illegible] کی آپ میں [illegible] بڑے خطرہ میں مبتلا ہو جاتا [illegible] اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھ جاتے اور بوقت ضرورت لیجاتے، اس طرح آپ کے مکان میں [illegible] کا خزانہ جمع ہو گیا [illegible] میں ایک عجیب واقعہ ظہور پذیر ہوا، اس محلہ میں ایک مفلس مغل رہتا [illegible] خاص کی ملاقات اسی خانوادہ کی کسی خادمہ سے تھی، [illegible] اس راز سے آگاہ کر دیا، اس مغل نے کوتوال شہر کو اس شرط پر بتانے کا وعدہ کیا کہ اس میں سے کوئی حصہ اس کا بھی مقرر کیا جائے، کوتوال شہر نے اپنے نائب امیر علاء الدین کو تحقیقات کے لیے بھیجا جس نے مکان سے قیمتی موتی، [illegible] جواہرات، مرصع زیورات [illegible] سونے کے سکے برآمد کئے، واپسی کے وقت جناب شاہ صاحب کو اپنے گھوڑے کے آگے پیدل دیوان تک [illegible] گھوڑے کے [illegible] آپ کو بہ تکلف تیزی سے قدم بڑھانا [illegible] عوام و خواص نے آپ کی اس تحقیر [illegible] دیوان میں بڑے بڑے امراء موجود تھے جن کو متعلق اس واقعہ کی اطلاع نہ تھی، چنانچہ جب مجلس کی [illegible] جناب شاہ صاحب پہونچے تو سید میران بخاری، میرزا مقیم، سید جیو عبدالرحمن، اور شاہ ابو تراب شیرازی وغیرہ [illegible] جناب کی [illegible] ہو گئے، اور ان کو دیکھکر تمام امرائے مجلس نے بھی تقلید کی، سید میران بخاری نے جو شاہ صاحب کو اس حال میں دیکھا، تو غصہ سے عرق عرق ہو گئے، پھر جو اصل حقیقت معلوم ہوئی تو غصہ سے شیر کی طرح بپھر پڑے، [illegible] چہرہ کا رنگ [illegible] متغیر تھا کہ ہر کسی نے محسوس کیا، جب جناب شاہ صاحب سے حاکم نے سوالات کرنے کا ارادہ کیا تو سید مذکور آپ کے بغل میں آکر بیٹھ رہے، تاکہ بوقت ضرورت ہر طرح کی مدد کر سکیں، ان حالات کو دیکھکر

حاکم نے بھی صرف ایک سوال پر اکتفا کیا کہ منادی نے شہر بھر میں جو ڈھنڈورا پیٹا، کیا اس کی خبر آپ کو نہیں ملی" مطلب یہ تھا کہ سرکار کی طرف سے عام طور پر مشتہر کر دیا گیا تھا کہ کوئی باغی کو پناہ نہ دے اور نہ اس کی مدد کرے، اور نہ اس کا مال و اسباب اپنے پاس رکھے، بلکہ اس قسم کا تمام مال سرکاری خزانہ میں داخل کرے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اول تو مجھکو اس کا علم نہیں ہے، اس کے علاوہ شریعت میں یہ جائز نہیں ہے کہ امانت کو ظاہر کر کے ضائع کیا جائے"

حاکم نے اس جواب کے بعد آپ کو رخصت کر دیا، سید حامد بخاری اپنی خاص سواری پر آپکے ساتھ مسجد تک تشریف لائے اور کچھ دیر بیٹھ کر آپ کو تسلی و تشفی دیتے رہے، اور پھر رخصت ہو کر واپس گئے، جناب شاہ صاحب کا قلب ناگوار واقعہ سے کئی دن تک مضطرب رہا، اور درس ملتوی کر دیا، حالانکہ تدریس کا کام عمر بھر میں کبھی ناغہ نہیں [illegible]

مصنف ظفر الوالہ[1] اس واقعہ کے بعد لکھتا ہے کہ ایک نیک بخت آدمی سے کسی نے کہا کہ تمہارا لڑکا گر [illegible] یہ سُن کر اس نے بڑا واویلا مچایا، لوگون نے اس کی تسلی کیلئے کہا کہ وہ بہت اونچے سے نہیں گرا ہے، تب اس نے کہا کہ اگر وہ بہت اونچے سے بھی گرتا تو مجھے اتنی پرواہ نہیں ہے، مین تو سمجھا کہ کسی اہل اللہ کی نظر سے گر گیا، یہی حال اس واقعہ مین ہوا کہ وزیر میر علاء الدین کچھ ہی دنون کے بعد اسی حاکم کے ہاتھ سے رسی سے بندھوا کر مارا گیا، اور [illegible] کی فریاد پر خود حاکم قصاص مین قتل ہوا، اور مرزا عزیز کوکلتاش ملقب بہ خان اعظم جو [illegible] حاکم اعلیٰ تھا معتوب سلطانی ہو کر ایک باغ مین گوشہ نشین ہوا،

اسی طرح جب ۹۷۵ھ مین چنگیز خان (جو عماد الملک کا لڑکا تھا، اور عماد الملک [illegible] مین سے تھا) نے محرم کی رسم بخلاف سلاطین ماضیہ کے سرکاری طور پر منائی، اور ہر قسم کی بدعتین جاری کین، اور سیاہ ماتمی لباس زیب تن کر کے سر و پا برہنہ تعزیہ کے ساتھ بازارون مین گشت لگایا، تو باوجود اس کے کہ تمام سادات، علماء اور امرائے اس کو سخت ناپسند کیا، اور عوام نے اس کو بہت ہی برا سمجھا، مگر کسی کی ہمت نہ پڑی کہ اس کے خلاف زبان کھولے، جناب شاہ صاحب ہی وہ شخص تھے جنھون نے عوام و خواص کی ترجمانی کر کے صدائے احتجاج بلند کی، اور چونکہ

[1] ظفر الوالہ بمظفر والہ ج ۲ ص ۶۰۵ م لندن،

اس وقت احمد آباد مین سوائے الغ خان کے کوئی امیر با اثر نہ تھا، اس لیے الغ خان کے پاس آدمی بھیجکر اس کی [illegible]
کی، چنانچہ دوسرے ہی مہینہ چنگیز خان کا کام تمام کر دیا گیا[1]،

رحم | جناب شاہ صاحب بڑے رحم دل تھے، جب کبھی ایسا واقعہ پیش آتا جہان آپ کچھ کر سکتے تو ہرگز دریغ نہ فرماتے
ایک دفعہ اتفاقاً ایک جگہ سے گذرے، دیکھا ایک قیدی کو قتل کے لیے لیجا رہے ہین، اس نے آپ سے رہائی کے لیے التجا
کی اور اسکی حالت کو ملاحظہ کر کے آپ نے لوگون سے تحقیقات کرائی معلوم ہوا کہ واقعی یہ شخص بے گناہ ہے، اور در اصل
مجرم کوئی دوسرا ہے، چنانچہ آپ نے فوراً بادشاہِ وقت سے سفارش کی اور بادشاہ نے یہ کہکر فوراً رہائی کا حکم صادر [illegible]
کہ یہ شخص تو بے گناہ ہے، اس کو تو رہا ہونا ہی چاہئے، لیکن اگر آپ مجرم کی سفارش فرماتے، تو بھی مین رہا کر دیتا،

مظلوم کی دادرسی | چونکہ آپ فطرۃً رحمدل واقع ہوئے تھے، اس لیے جب کوئی مظلوم نظر سے گذرتا اور آپ اسکی
مدد فرما سکتے ہون تو کبھی دریغ نہ فرماتے، اور حتی الامکان اس کے ساتھ سلوک کرنے اور اسکی حاجت روائی
مین سعی بلیغ فرماتے، ایک مرتبہ کچھ غریب عورتین آپ کے پاس حاضر ہوئین اور فریاد کی کہ میرے کچے مکانات
حکام گرا دینا چاہتے ہین، ہم غریب پکے عالیشان مکانات کیونکر تعمیر کرین، آپ نے تمام حالات سنکر ایک خط بادشاہِ
وقت کو لکھا جس کو دیکھ کر بادشاہ نے ان مکانات کو شاہی خرچ سے پختہ تعمیر کرا دیا، اسی طرح جب چنگیز خان
نے [illegible] اٹھا کر ۹۶۷ھ مین احمد آباد پر قبضہ کر لیا اور دولت و سلطنت سے مخمور ہو کر حرم
سلطانی پر دست درازی کرنی چاہی، اور بیگمات نے حضرت شاہ صاحب سے فریاد کی تو چونکہ اس وقت کوئی
[illegible] امیر کوس لمن الملک بجا رہا تھا، اس لئے دفعِ ظلم کے واسطے بادشاہ حقیقی سے دعا فرمائی
جو فوراً مستجاب ہوئی، چنگیز خان چند ہی دنون کے بعد مارا گیا، اور مظلومون نے نجات پائی،

سلاطین کی عقیدت | اس خانوادہ سے سلاطین اور امرا کو ہمیشہ سے عقیدت رہی، سلطان محمود بیگڑہ نے آپ کے
والد ماجد کو چانپانیر کا قاضی بنایا، اور اس کے لڑکے سلطان مظفر حلیم نے محض فرطِ عقیدت کے باعث چانپانیر سے

[1] ظفر الوالہ بمظفر و آلہ جلد ۲ ص ۱۲۵ م لندن،

ساتھ لا کر اپنے محل شاہی کے پاس ہی قیام کرنے کو جگہ عنایت کی، اس کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۰ سال کی تھی
اور طلبِ علم مین مصروف تھے، بہادر شاہ گجراتی نے بھی بارہا دعائے خیر کی التجا کی،

سلطان محمود ثالث متعدد مرتبہ بخدمت ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کر چکا تھا اسکے حسنِ عقیدت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ جناب شاہ صاحب
نے چند مظلومہ کی فریاد رسی کے بابت ایک خط سلطان محمود ثالث کو لکھا، اس نے تعمیلِ ارشاد کے بعد حکم دیا کہ اس خط
کو محفوظ رکھو اور بوقت تدفین میرے سینے پر رکھا جائے، شاید یہی نجات کا باعث ہو[1]،

سلطان مظفر سوم جو گجرات کا آخری بادشاہ ہے متعدد بار حضرت شاہ صاحب کی خدمت مین حاضر
ہوتا رہا، بلکہ بعض لوگون نے تو یہان تک لکھا ہے کہ تخت نشینی کے وقت اس کی کمر مین تلوار آپ ہی نے باندھی تھی[2]،

اکبر بادشاہ جب گجرات آیا ہے تو باوجود اس کے کہ حاسدون نے آپ کی طرف سے بادشاہ کو
بدظن کرنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا، پھر بھی آپ سے ملنے کے بعد آپ کا بیحد احترام کیا، اور خصوصاً
چند مذہبی سوالات کرنے پر جو شافی جواب اس کو دیا گیا، اس سے تو بہت ہی خوش ہوا، اکبر کے بعد جب جہانگیر
تخت نشین ہوا، اور بغرض تفریح احمد آباد آیا، تو خصوصیت سے تین جگہ بغرض فاتحہ خوانی گیا، شاہ عالم صاحب کے
مقبرہ پر، حضرت شیخ احمد کھٹو کے مزار پر، اور جناب سید شاہ وجیہ الدین صاحب کی درگاہ پر،

امرا دولت بھی ہمیشہ آپکے عقیدتمند رہے، الغ خان جو آخری تاجدار گجرات سلطان مظفر سوم کے امرا مین سے تھا، آپ سے
بڑی عقیدت رکھتا تھا، چنگیز خان کی ماں بھی آپ کی ارادتمند تھی، اکثر اوقات بیش قیمت چیزین آپ کے یہان
امانت رکھوا دیتی تھی، اور وہ برسون آپ کے پاس رہتی تھین، اسی طرح شیر خان بن اعتماد خان گجراتی وزیر

[1] شاہ عباس صفوی ایران مین بڑے دبدبہ کا بادشاہ گذرا ہے، اس کے عہد مین ایران کے مجتہد اعظم جو بڑے متقی اور دربار
سرکار سے الگ رہنے والے تھے، انھون نے بھی ایک دفعہ اسی طرح کسی مظلومہ کی فریاد رسی کے لیے ایک خط تحریر فرمایا تھا، تعمیل ارشاد
کے بعد شاہ موصوف نے بھی یہی حکم دے رکھا تھا، اور فخریہ طور پر شاہ سبکو خط کا عنوان دکھلاتا کہ مجھکو برادرم لکھا ہے۔ [2] مگر کسی تاریخ مین یہ واقعہ
میری نظر سے نہین گذرا، بلکہ یہ کام سید مبارک ظاہری نے کیا ہوگا،

سلطان مظفر سوم کا بھی آپ پر بڑا اعتماد تھا، اور بارہا اس نے بھی بیش قیمت امانت آپ کے پاس رکھوائی، عہدِ اکبری مین خان اعظم، اور خانخانان مرزا عبدالرحیم آپ کا ادب کرتے تھے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ خانخانان نے کچھ کتابین بھی آپ سے پڑھین، اور آپ سے ترقیِ مراتب عالیہ کی لئے استدعا کی چنانچہ آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی، آپکی رحلت کے بعد امرا اکبری مین سے صادق خان نے جس کو آپ سے بڑی عقیدت تھی آپ کے مقبرہ کی عمارت بنوائی، عہد جہانگیری کے مشہور امیر شیخ فرید خان المخاطب بہ مرتضیٰ خان نے قبر کے اوپر کی چھتری تیار کرائی،

مسئلہ تکفیر | علمار کا دلپسند اور قدیم شغل تکفیر ہے، جناب شاہ صاحب کے عہد مین بھی اس شغل کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ بعض لوگون نے جناب سید محمد غوث گوالیاری کے متعلق بھی کفر کا فتوی شائع کیا، اور ایک خاص محضرنامہ آپ کے قتل کے لیے تیار کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کیا، لیکن جناب شاہ صاحب نے نہ صرف یہ کہ اس پر دستخط نہین کئے بلکہ اس قسم کی تکفیر کی سخت مخالفت کی، اور اس مسئلہ پر مفصل ایک رسالہ تحریر فرمایا، چھوٹی تقطیع پر بیس صفحے کا قلمی رسالہ ہے جس مین ابتدا فقہی کتابون سے مسئلہ تکفیر پر روشنی ڈالی ہے، پھر احادیث سے سند اسب کو شرح بیان کیا ہے، آخر مین صوفیاے کرام کے احوال سے بحث کی ہے کہ حالتِ سکر مین جو کہہ جاتے ہین وہ قابلِ مواخذہ نہین ہوتا، اور اس کی متعدد مثالین دی ہین، پھر سید محمد غوث گوالیاری کی کتاب "اوراد غوثیہ" پر لوگون نے جو [illegible] کا جواب دیا ہے، اس کے علاوہ ہزارون فتوے آپکے قلم سے نکلے مگر کسی فتوی مین [illegible] اس طرف اشارہ نہین کیا، آپ کا ارشاد یہ تھا کہ کسی شخص مین ننانوے باتون مین سے ایک بات بھی اسلام کی ہو تو اس کو مسلم سمجھو اور کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر نہ کہو۔

خوشامد | یہ بھی نظام طبعی کا ایک جزو ہے کہ جب کوئی شخص علو ہمتی سے بلند مرتبہ پر پہنچتا ہے تو کچھ لوگ اس کے مخالف اور کچھ خوشامد کرنے والے پیدا ہو جاتے ہین، جناب شاہ صاحب کے عہد مین بھی یہ دونون فرقے موجود تھے، مخالفون نے تو آپ کو اکبر اعظم کے دربار تک بہ حیثیت ایک مجرم کے بلوایا، اور خوشامد کرنے والون کی آنکھون نے

ل ظفر الوالہ ج ۲ ص ۵۰۲ م لندن،

آپ کی ذات مین خداوند تعالی کا جلوہ دیکھا، چنانچہ ایک صاحب تشریف لائے اور آپ سے مل کر برجستہ یہ شعر پڑھا

نمی دانم کہ این ذات وجیہ الحق والدین است | کہ یا ذات خداوند تعالی صورت این است

جناب شاہ صاحب نے اس سے فرمایا کہ "حال بدست آر، واین قال را بگذار" کاش آج کل کے صوفیا مرشدین بھی اپنے مریدین کو اسی قسم کی تعلیم دیا کرین تو بے اعتدالی سے مسلمان اکثر اوقات محفوظ رہین،

شاعری | بہت کم لوگ ہونگے جن کو اس کی واقفیت ہو گی کہ جناب شاہ صاحب شاعر بھی تھے، "وجیہ" تخلص کرتے تھے اور فارسی مین کہتے تھے، رنگ وہی صوفیانہ والہانہ ہے، کوئی دیوان تو اس وقت تک دستیاب نہین ہوا ہے لیکن متفرق بیاضون مین منتشر کلام ملتے ہین، چند شعر نمونہ کے لئے درج ذیل ہین،

کے بگرد ما رسد ہر صعوہ | شاہ باز عرش پروازیم ما

سرِ وحدت را زبانِ دیگر است | با مسیح و خضر ہمرازیم ما

سر دہم در گر[illegible] رخویش را | بر کنم از لخت دل ہر دم کنارِ خویش را

دل اگر بیگا[illegible] | [illegible]

تا رساند بر سر کوے تو گرد من نسیم | در رہ باد صبا دہ دم غبارِ خویش را

اردو کلام | آپ کی بیشتر تصانیف تو عربی زبان مین ہین اور کمتر فارسی مین، عدالت اور شاہ وقت کی زبان فارسی ہونے کے باعث علما اور شرفا بھی فارسی ہی مین باتین کرتے تھے، چنانچہ شاہ صاحب کے اہل خاندان بھی اسی زبان کے پابند تھے، لیکن بوقت ضرورت ملکی زبان بھی استعمال کرتے تھے، جناب شاہ صاحب کے اس قسم کے کلمات بکثرت ملتے ہین، ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا "کیا ہوا جو بھوکون موا، بھوکے موے سے کیا خدا کو امر یا دیا، خدا کے امرنے کی استعداد اور ہی ہے" ایک دفعہ ارشاد ہوا "مین کدھان دکھان" ریاضت کیتی "کسی نے کہا کہ دنیا دار کے مکان پر نہ جانا چاہئے تو آپ نے فرمایا، "کا ہے دنیا دار بھی آپس ہین" ایک مرتبہ فرمایا "طالب کشف نہ ہوو

اپنے کو کیا، کشف ہو یا نہ ہو، یہ اس کا کام ہے، ہمارا کام تو مشغول رہنا ہے نہ کہ منتظر کشف"۔ ایک بار فرمایا "اس اور کیا خوب ہے کہ اس دنیا میں یہ دل خدا سے مشغول ہو"، کسی نے سوال کیا عارف کسے کہتے ہیں، جواب دیا جو خدا سے بھرا ہو، حق تعالیٰ کیطرف سے فرماتے ہیں "کہ ہون (مین) حکیم ہون، عادل ہون، میرے علم مین یہی آیا کہ تم عاصی ہوگے کیا میرا علم سابق پھرے"، ریاضت کے متعلق ایک شخص کے جواب مین کہتے ہین کہ "تمھاری بلا ریاضت کرے تم کو اتنا کافی ہے کہ نیم شب بیدار رہو" ایک شخص کشف کا طالب ہے اس کو ارشاد ہوتا ہے کہ "یا نفس کے مزہ کی خاطر کشف و کرامات چاہیے، واہ واہ خوب خدا کے طالب ہو"

(باقی)

سعدی کا "سرائے اغلمش"

از

سید سلیمان، ندوی

ایک مدت سے کاوش تھی کہ شیخ سعدی نے گلستان کے پہلے ہی باب مین جس اغلمش کو ذکر کیا ہے، اس مین سا بادشاہ مراد ہے، اور وہ کہان فرمانروا تھا، اور آیا یہ کوئی فرضی ہستی ہے یا کوئی تاریخی شخصیت ہے، اتفاق سے ہمارے مخلص کرمفرما اور فاضل صاحب قلم مولوی اعجاز حسن خانصاحب نے ان دنون شیخ سعدی پر جو مضمون معارف مین لکھے، تو اس نیک فال نے مدت کی کاوش و کاہش کو دل سے نکل جانے کا موقع دیا، اور سرائے اغلمش کا سراغ پالیا،

شیخ سعدی نے گلستان کے پہلے باب مین ایک حکایت لکھی ہے،

"سرہنگ [illegible] دیدم بر در سرائے اغلمش کہ عقل و کیاست و فہم و فراست زائد الوصف داشت، ہم از عہد خردی آثار بزرگی در ناصیۂ او پیدا،

بالائے سرش ز ہوشمندی — می تافت ستارۂ بلندی،

فی الجملہ منظور نظر سلطان آمد کہ جمال صورت و حسن معنی داشت، خردمندان گفتہ اند توانگری بدل است نہ بمال، بزرگی بعقل است نہ بسال، ابنائے جنس بر منصب او حسد بردند و بخیانتی متہم کردند، و در کشتن او سعی بیفائدہ نمودند، دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست، ملک پرسید کہ موجب خصمی ایشان

درحق تو چیست، گفت در سایۂ دولت خداوندی دوام ملکہ ہمگنان را راضی کردم مگر حسودان کہ راضی نمی

شوند الا بزوال نعمت من و بدولت خداوند کہ باقی باد، الخ

مشہور شاہی خاندان کے نامون کی فہرست مین اغلمش کوئی نام نظر نہین آتا، اس لیے بعض صاحبون نے

فرضی نام قرار دیا، بعض خوش فہم انگریز فاضلون نے اس کو التمش (سلطان دہلی) کے نام کی تحریف سمجھکر شیخ کے

شمالی ہندوستان مین آنے کی داستان گھڑی کرلی ہے،

مولانا حالی حیات سعدی مین لکھتے ہین:۔

"صاحب موصوف (مسٹر گور اوسلی) یہ بھی لکھتے ہین کہ شیخ کو چار دفعہ ہندوستان آنے کا اتفاق ہوا

ہے، ازانجملہ ایک دفعہ سلطان اغلمش کے وقت مین، اور دو دفعہ خاص امیر خسرو سے ملنے کو دہلی مین آئے

ہمارے نزدیک (یعنی مولانا حالی کے نزدیک) یہ مضمون بالکل بے سروپا ہے، اغلمش کوئی بادشاہ

ہندوستان مین نہین ہوا، شاید سلطان التمش کے دھوکے مین اغلمش [illegible] شیخ [illegible] اغلمش کا

ذکر گلستان مین ایک جگہ کیا ہے جہان یہ لکھا ہے کہ [illegible] سرائے اغلمش دیدم [illegible]

ہندوستان مین کوئی اغلمش یا سرائے نہین سنی گئی، سعدی اور امیر خسرو کی ملاقات بھی ثابت نہین ہوتی"

(صفحہ ۲۹ مطبوعہ مفید عام آگرہ)

[illegible] بر [illegible] صاحب [illegible] [illegible] مول پر گو خوارزم

[illegible] اور [illegible] سے [illegible] شیراز اور [illegible] شاہون کی سرداریان یا بادشاہیان

تھین، جو اکثر اتابک کہلاتے تھے، جو پہلے سلجوقی امراء کا خطاب تھا، اور دراصل یہ سب ترکی غلام تھے جو ترقی

پاکر اس منصب کو پہنچے تھے، ان اتابکون مین اتابکان شیراز زیادہ مشہور ہین جنکے نامون کو سعدی کی نسبت نے

زندۂ جاوید بنادیا ہے،

ہمدان و اصفہان ورے پر ایتغمس نام ترکی غلام فرمانروا تھا، آذربائجان پر ابوبکر بن پہلوان حکمران تھا، منگلی

نام ایک ترک غلام نے ۶۰۸ھ مین ایتغمس کے خلاف کامیاب بغاوت کی، ایتغمس بھاگ کر بغداد چلا گیا، خلیفہ نے ۶۰۸ھ مین اسکو

ہمدان کی حکومت پر نامزد کیا، ایتغمس نے ہمدان کا رخ کیا، راستہ مین اس کو منگلی کے دوستون نے قتل کر ڈالا، خلیفہ کو

اسکی یہ گستاخی سخت ناگوار ہوئی، اس نے آذربیجان کے بادشاہ اوزبک بن پہلوان، اور جلال الدین اسماعیلی حاکم الموت

کو لکھا کہ خلیفہ کے لشکر کے ساتھ مل کر وہ منگلی کا خاتمہ کر دین، اور اس کا ملک تینون فاتحون پر تقسیم کر دیا جائے، منگلی

نے شکست کھائی اور اس کا ملک تقسیم ہوگیا، یہ واقعہ ۶۱۲ھ مین پیش آیا،

اوزبک بن پہلوان شاہ آذربائجان کے بھائی کا ایک لائق غلام **اغلمش** نام تھا، جو سلطان علاء الدین

محمد خوارزم شاہ کے پاس گیا تھا، وہ اسی وقت وہان سے واپس آیا تھا، اور اس لڑائی مین اس نے دلیرانہ حصہ

لیا تھا، اس لیے اوزبک بن پہلوان نے اپنے اور خلیفہ کے مفتوحہ حصۂ مملکت پر اس کو حکمران بنادیا،

اغلمش ۶۱۲ھ مین بادشاہ بنا، اسکی مملکت کے مقامات ہمدان و اصفہان و رے وغیرہ بلاد جبل تھے، اغلمش نے

سلطنت پاکر سلطان علاء الدین [illegible] خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ [illegible]

۶۱۴ھ مین باطنیہ کے ہاتھ سے مارا گیا، سلطان نے خود براہ راست اس ملک پر قبضہ کرلینا چاہا، اور ادھر سے

شیخ سعدی کے بادشاہ اتابک سعد بن زنگی شاہ شیراز اسکو اپنے قبضہ مین کرنے کے لیے چلا، اور اسی کشمکش مین [illegible]

[illegible]

[illegible]

اس تفصیل [illegible] زادہ [illegible] کہ اغلمش [illegible] اصفہان [illegible]

[illegible] اس کا پایۂ تخت غالباً ہمدان تھا، شیخ نے ۶۱۲ھ اور ۶۱۴ھ کے بیچ مین اثنائے سیاحت مین اغلمش کے محل

[illegible] دروازہ پر اس سرہنگ زادہ کو دیکھا تھا، اور یہ بھی معلوم ہو کہ سرائے اغلمش کسی کاروانسرای یا مسافرخانہ کا نام تھا جیسا کہ مرحوم [illegible]

"یا سرائے اغلمش نہین سنی گئی"، (حیات سعدی ص ۲۵)

بلکہ اغلمش بادشاہ اصفہان و ہمدان و رے کا خاص محل مراد ہے،

واقعات محولہ کے لیے کامل ابن اثیر مین ۶۰۸ھ و ۶۱۰ھ و ۶۱۲ھ و ۶۱۴ھ ملاحظہ کیجیے،

تلخیص و تبصرہ

ہندوستان کا ایک نقش

ذیل کا مضمون علیا حضرت سلطانہ درشہوار بیگم شہزادہ ولی عہد بہادر مملکت آصفیہ نے گذشتہ سفر یورپ کے زمانہ مین بزبان انگریزی تحریر فرمایا اور سوئٹسان (سوئزرلینڈ) کے مشہور جریدہ داوسر ریویو مین چھپا تھا، علیا حضرت کی اجازت سے اس کا اردو ترجمہ رسالہ معارف کے واسطے حاصل کیا گیا ہے، کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمانون کو اس جلیل القدر ترک شاہزادی کے پاکیزہ مذاق اور افکار عالیہ سے آگہی کا موقع ملے، اور وہ یہ بھی اندازہ کرسکین کہ اس عالی دماغ و عالی نژاد سلطانہ کو اپنے نئے وطن (ہندوستان) سے کس درجہ محبت اور دلچسپی پیدا ہوگئی ہے،

سرزمین ہندوستان ہر شخص کا خیال آفرینی کو تحریک مین لے آتی ہے، اپنی اصلیت کے سوا وہ ہر حیثیت سے مشہور [illegible] وہ بجز ہندوستان پریون کی کہانی یا خواب ہے، جسے انسانی دماغ فرصت کے وقت بہتر سے بہتر بنا کر دیکھتا ہے، وہ ایک [illegible] مغربی تصور سے حیرت انگیز اور بے جان طلسم کی صورت بخشی ہے، اسکا وجود تو ہے مگر زندگی نہین لفظ ہندوستان مین ایک آہنگ ہے مگر معنویت نہین سرسبزی ہے مگر گہرائی نہین، اوسے چند خصوصیتین ضرور حاصل ہین [illegible] گاندھی نے جنم لیا، وہان سانپ رہتے ہین، شیرون کا شکار ہوتا ہے، اور زیور پہنے ہوئے راجاؤن کو ہاتھی لے لیے پھرتے ہین،

لیکن حقیقت یہ نہین ہے، ہندوستان کے بارے مین اس طلسم کو توڑنے سے میرا مطلب یہ نہین ہے، کہ اوسکی خوبیان نظر انداز ہوجائین مین چاہتی ہون کہ ان افسانون سے الگ کرکے اوسکی اصل تصویر دکھادون،

ہندوستان محض نام نہین بلکہ زندگی بھی رکھتا ہے، اسمین رنگینی ہے شاعری ہے، اور شاندار پر بہار ماضی ہے جو صرف مشرقی ممالک ہی اپنے اندر رکھ سکتے ہین، یہان گذشتہ زمانے کی نشانیان نہین مٹتین، نہ ان مین تبدیلی ہوتی ہے، یورپ مین قدیم عمارات ایک خاص عہد کی بنائی ہوئی ہوتی ہین لیکن مشرق مین اس قسم کے نمونے گویا بنانے والون کی زندگی کا جزو لاینفک ہوجاتے ہین، اور اون مین اس آدمی کا کردار عزم، قوت زندگی سلیقہ نفاست پسندی اور لطیفون تک نظر آجاتا ہے جس نے ان کو بنایا ہے، مذہبی عمارتون خصوصاً مندرون کو چھوڑ کر (جن کی قدر و قیمت بلحاظ فن معماری کچھ کم نہین،) وہ نہ صرف ایک عہد کو بتاتی ہین، بلکہ اپنے بنانے والے کی یاد کو بھی قائم رکھتی ہین، مشہور و معروف تاج محل کو دیکھنے سے عام مسافر کو ایک بڑے آدمی کی محبت اور عالی رتبگی کا اندازہ ہوتا ہے، لیکن ایک صاحب نظر کے آگے بنانے والے کے [illegible] خیالات تک [illegible] ہوجاتے ہین، روضے کا ناقابل بیان سکون اور عظمت کی شان سلاطین گذشتہ کی فانی زندگی کو ایک حد تک ضرور لافانی بنادیتی ہے، ایک دن ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ روضہ انکی نظر مین نہین جچا اونھین شکایت تھی کہ اسمین جذبات زیادہ بھرے ہین لیکن ایسی چیزین جذبات کی انتہا کیونکر ہوسکتی ہے جو ایک محبت صادق کی یادگار ہو؟

قلعہ دہلی اور اسی طرح قلعہ آگرہ بھی [illegible] کی نسبت کہا جاسکتا ہے، کہ وہ فن تعمیر کے عجائبات سے ہین، یہ [illegible] آثار ہین، [illegible] کوئی ایسی پر امن پسندیدہ اور ناقابل بیان [illegible] ہے، دیوان خاص کی مشرقی وضع کی کمانون سے خاموش فوارون اور لمبے دالانون سے جس کے دریچے مین پھول بکھرے ہوئے ہین، اگرچہ ان کا رنگ اڑگیا ہے، ایک عظمت کی شان پیدا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب بڑے تاجدار شاہجہان کے حضور مین باریاب ہین، اور اوس کا عہد حکومت خاموشی کے ساتھ ہماری آنکھون کے سامنے سے گذر رہا ہے،

یورپ کے آثار قدیمہ کے برخلاف ایشیائی عمارتین آرایش و تجمل کے مٹ جانیکے بعد بھی ایسی ویران و سوگوار نہین ہوجاتین، جیسا کہ مثلاً قصر وارسٹی ہے، کہ اوسے دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہون کا یہ باعظمت و وقار محل بہت پہلے اپنے عروج کی منزل طے کرچکا، اور اگرچہ فوارے اب بھی اپنا راگ الاپ رہے ہین اور گذشتہ زمانے کا منہ

پڑا رہے ہیں لیکن وہ زمانہ فنا ہو چکا، میں نے مشرق میں ایسی حالت نہیں دیکھی، گو عمارتیں خاموش کھڑی ہیں لیکن یہ خاموشی ایک چیستان ہے موت نہیں ہے، جب میں قلعۂ دہلی میں داخل ہوئی، تو مجھے محسوس ہوا کہ میں بالکل [illegible] دوسری دنیا میں آگئی ہوں، باغ بہت عمدہ حالت میں رکھا گیا ہے، جس طرح سابق میں ہوگا، اور دیوان خاص میں [illegible] ذکر ابھی کیا، آنے سے پہلے ایک چھوٹی مسجد ملتی ہے، جسے موتی مسجد کہتے ہیں، یہ مسجد ارد گرد کی روئیدگی میں [illegible] گوہر درخشاں ہے، اور اوس کے اندر اس مذہب کی پاکیزگی اور امن کا جلوہ نظر آتا ہے، جس سے اس کا تعلق ہے،

یہ اور اسی قسم کی کئی عمارتیں ایسی ہیں کہ ہر ایک کے لئے ایک مستقل مضمون کی ضرورت ہے، الورہ اور اجنٹہ کے [illegible] جو حیدر آباد سے قریب ہیں، نہ صرف معماری بلکہ نقاشی کے لحاظ سے قدیم زمانے کی نایاب یادگار ہیں، جنکو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، اسی طرح گولکنڈہ کے شاہی گنبد، بیجاپور کی جامع مسجد اور ابراہیم روضہ، سہسرام میں شیر شاہ کا مقبرہ، [illegible] کی جامع مسجد، لکھنو کا بڑا امام باڑہ، گوالیار میں محمد غوث کا مقبرہ، فتح پور سیکری میں اکبر اور عیسیٰ خان کے مقبرے، [illegible] ے پور کے شاہی محل، اجمیر کی مسجد، حیدر آباد کی جامع مسجد، سری رنگاپٹم کی اعلا مسجد، لاہور میں جہانگیر کا مقبرہ، [illegible] [illegible] کے بڑے مندر، سری رنگم میں جمبوکیشورہ کا دیول، گوالیار اور چتوڑ گڑھ کا سر بلند منار، کوہ آبو کا [illegible] [illegible] جینیوں کا مندر، سکھوں کا سنہری گردوارہ وغیرہ وغیرہ نایاب عمارتیں ہیں، گویا صرف جواہرات یا [illegible] الماس ہی [illegible] ہندوستان کی دولت نہیں، بلکہ فن معماری سے متعلق انمول، نقاشی اور خطوط کے بے بہا خزانے [illegible] یہاں بکھرے پڑے ہیں،

ہندوستان کی ایک اور حیرت انگیز زندہ یادگار اس کا رنگ ہے، ہندوستان کی عورتیں اس فن میں خاص [illegible] دستگاہ رکھتی ہیں، بازار میں، گاؤن میں یا ولی پردہ مختلف رنگوں میں نظر آتی ہیں، اون کے سرخی مائل جسم پر شوخ [illegible] یا ہلکا گلابی یا گہرے سرخ رنگ کا جوڑا ہوتا ہے، کسی قدر دور کیون نہ ہون وہ پہچان لیجاتی ہیں، پہلے اس بھڑکیلے رنگ پر نگاہ پڑتی ہے، اور ذہن میں ٹھٹھک کے رہجاتی ہے، پھٹے ہوئے کپڑے میں سے جو اکثر پھٹا اور پیوند لگا ہوا ہوتا ہے دو کاسے کے رنگ میں پاؤن دکھائی دیتے ہیں، اون کی ہر حرکت میں ایک فطری موسیقی پوشیدہ ہے، سر پر جس کے

پیچھے سیاہ بالون کا جوڑا بندھا ہوتا ہے، پانی کا برتن رہتا ہے، اسکو وہ ایک ہاتھ سے تھامتی ہے، اور دوسرا ہاتھ برابر [illegible] سے حرکت کرتا ہے، اس عورت میں جو باوجود غیر تعلیم یافتہ ہونیکے رنگ شناسی کے فن میں خداداد مہارت رکھتی ہے، سب سے حیرت انگیز چیز اوسکی چال ہے، ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی کیون نہ ہو، اوسکی رفتار شاہانہ ہوتی ہے، اس کی یہ باوقار رفتار اوس کی دوسری اقوام کی بہنون کو متحیر کرتی ہے، انہیں ناقابل بیان خوبصورتی اور بے پایان توازن اور غرور نظر آتا ہے،

اس غرور کا تجزیہ نہیں کیا جاسکتا، اور چونکہ اس میں تصنع کا شائبہ نہیں، اس لئے یہ نہیں معلوم ہوسکتا، کہ [illegible] گیا ہے، البتہ خوبصورتی اور توازن کی وجدان کی موسیقی سے محبت ہے، یہ محبت آواز کی فریفتگی سے نہیں، کانون کو بھی معلوم ہوتی ہے، بلکہ یہ اس قوم کی ذاتی اور امتیازی صفت [illegible] [illegible] موجود ہے، اس میں اور یورپ کی موسیقی میں کوئی مناسبت نہیں، [illegible] اون کے سامنے اسکی تعریف یون کیجاسکتی ہے، کہ وہ ایک طویل راگ ہے، یہ راگ پہلے پہل تو ایک [illegible] [illegible] جو اہل [illegible] سامع کو ناگوار گذرتا ہے، لیکن کچھ مدت کے بعد وہ اپنے سحر سے تسخیر کرتا اور سننے [illegible] [illegible] ہے، اور [illegible] پر وہ سمجھنے لگتا ہے، کہ یہ راگ پوشیدہ اور مخفی طور پر قوم کی تصویر کھینچ رہا ہے، اسکی [illegible] اور [illegible] ایک ہی مزین ہو ظاہر کرتی ہے، جس سے مغربی اقوام نابلد ہیں، ہانی وحالی کے بہترین لکھنے والون کی شاعری کا سرمایہ پاٹ دار برمانے والی آواز اور بعض اوقات بول، یہ تمام چیزین ان لوگون کی حالت بیان کرتی ہیں، جو اگرچہ مذہب، فرقے، اور رسم ورواج کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن یہی موسیقی اور وہ زمین جو اون کا مرزبوم ہے، انہیں آپس میں متحد کئے ہوئے ہیں، یہ موسیقی گو سمجھ میں نہ آئے، اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی، الفاظ میں ہر شاعر کا اپنا فلسفہ اور طریقۂ بیان الگ ہے، لیکن سب کے لب و لہجہ میں گہرا تصوف مضمر ہے، جو وضاحت سے بالاتر ہے،

یہ مبالغہ نہ ہوگا اگر میں کہوں کہ ملک ہندوستان قدیم وجدید حقیقت اور افسانہ، عظمت رفتہ، اور جدید ترقی کا سنگم ہے، میرے اس مختصر بیان سے ناظرین کے ذہن میں صرف جگمگاہٹ، رنگ، حیرت انگیز عمارات اور

میڈرڈ کا اسکول محض اسلامی عربی علوم وفنون کے مطالعہ کے لئے مخصوص ہوگا، ہمین اس لحاظ سے [illegible]

اس طریق سے بھی مرحوم اندلس کے کچھ آثار ہماری دیدہ افروزی کے لئے زندہ ہوسکین،

اسکول کا پتہ یہ ہے،۔

Escula de Studios Arabes
Calle de S. Vicente, no 60
Madrid (Spain)

عنایت اللہ

گورنمنٹ کالج جھنگ (پنجاب)

خلفائے راشدین

سیر الصحابہ حصہ اول، یہ چارون خلفاء کے ذاتی حالات فضائل، اور [illegible] سیاسی
کارنامون اور فتوحات کا آئینہ ہے،
حجم [illegible] صفحے قیمت ہے

سیرت عائشہؓ

(طبع دوم) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات زندگی اور اون کے مناقب و فضائل و اخلاق اور
اون کے علمی کارنامے، اور اون کے اجتہادات اور صنف نسوانی پر اون کے احسانات، اسلام کے متعلق اون کی نکتہ سنجیان
اور معترضین کے جوابات کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلیٰ ضخامت ۳۵۰ صفحے قیمت ہے،

"منیجر دار المصنفین"

اخبار علمیہ

کلام پاک چینی زبان مین

"معاصر مسلم ورلڈ" (جنوری ۱۹۳۶ء) چین کے رسالہ "فرینڈس آف مسلمس" (Friends of Muslims)
کا ایک مضمون نقل کرتا ہے، جس سے چینی زبان مین قرآن مجید کے ترجمہ کی نسبت کچھ اطلاعات حاصل ہوتی ہین،
مضمون نگار کا بیان ہے کہ اگرچہ بارہ صدیون سے بھی کچھ زائد مدت سے چین [illegible] مسلمان آباد ہین، تاہم چند سال
[illegible] کلام پاک کا کوئی مکمل ترجمہ شائع نہ ہوا، اس کتاب مقدس سے کئی انتخابات مختلف چھوٹی چھوٹی کتابون
مین ملتے ہین لیکن وہ بھی ترجمہ کے اعتبار سے ناقص ہین، اب سے دو صدی قبل چین کے مشہور مسلمان اہل قلم لیوچیائی لین
(Liu Chiai Lien) نے دوسری عربی کتابون کا ترجمہ کیا تھا لیکن اون نے بھی [illegible]
ارادہ قرآن مجید کا ترجمہ نہ کیا، البتہ دوسرے مشہور مصنف ما فوچو (Ma Fu Chu) نے [illegible]
پارون کا ترجمہ کر ڈالا تھا لیکن اون مین سے پانچ پارون کے علاوہ اور سب جل کر تلف ہوگئے اور جو بچ رہے [illegible]
طبع ہوسکے، اس کے بعد ایک مکمل ترجمہ کے لئے چار مختلف تجویزین علیحدہ علیحدہ قرار پائین (۱) پکنگ مین ایک [illegible]
رسالہ "محمڈن وائس" (Mohammadan Voice) کے سلسلہ مین، (۲) ایک جاپانی [illegible]
سکوما (Sakuma) عربی سے نابلد ہونے کی وجہ سے انگریزی نسخون سے ترجمہ کرنا چاہتے
تھے (۳) انجمن احمدیہ جس نے مولوی محمد علی کے انگریزی ترجمہ کا طویل مقدمہ چینی زبان مین شایع کردیا تھا، اور
جو ایک مکمل ترجمہ شائع کرنے کا قصد رکھتی تھی، (۴) چائنا مسلم لٹریری سوسائٹی (شنگھائی) نے اپنے رسالہ مین سلسلہ وار

ترجمہ شروع بھی کر دیا، لیکن ان میں سے کوئی ترجمہ بھی اس وقت تک مکمل نہ ہو سکا، بہر حال گذشتہ چند سالوں میں دو [illegible] ترجمے شائع ہو گئے ہیں، ان میں سے پہلا ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا ہے جو ایک جلد میں ۴۶۲ صفحات پر مشتمل ہے، مترجم [illegible] ہے جس نے متعدد مقامات پر غلط سمجھنے کے سبب سے غلطیاں کی ہیں، زبان نسبۃً آسان ہے لیکن کہیں کہیں مطلب [illegible] نہیں ہوتا، دوسرا مکمل ترجمہ ۱۹۳۱ء میں نکلا، یہ ایک مشہور بودھ فاضل مسٹر جی چیوہ می (Chi Chioh Mi) اور متعدد مسلمان اہل قلم کی متفقہ کوشش سے تین سال سے کچھ زائد میں پورا ہوا ہے، یہ آٹھ جلدوں میں ہے اور بہت عمدہ چھپا ہے، اس میں مختلف دیباچے اور مقدمے شامل ہیں، جنمیں متعدد غلطیاں رہ گئی ہیں مثلاً یہ کہ اسلام کو چین میں داخل ہوئے تقریباً دو ہزار سال ہو گئے، یا یہ کہ مولوی محمد علی یورپ کے رہنے والے ہیں، اس ترجمہ میں بہت کچھ سیل رادویل اور مولوی محمد علی کے انگریزی ترجموں نیز پیشتر کے چینی اور جاپانی ترجموں سے مدد لی گئی ہے، بعض مقامات پر ترجمہ غلط کر دیا ہے، اور کہیں کہیں اصل متن میں اضافہ بھی ہو گیا ہے،

جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کی کانفرنس

مسلم ورلڈ کی اطلاع ہے کہ جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کی ایک کانفرنس ۲۵، مارچ [illegible] [illegible] تی تعلیمی اور مذہبی مفاد و ترقی سے متعلق بعض تجویزیں پیش کیجائیں گی [illegible] کیا گیا ہے، اس میں سیاسی اور فرقہ وارانہ مسائل سے یکسر علٰحدگی کا اعلان کیا گیا ہے [illegible] ان میں سے بعض بیان بھی کر دی گئی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں،

(۱) جنوبی افریقہ میں مسلم اتحاد،

[illegible] کے لئے ایک مناسب نظام تعلیم کا قیام،

(۳) ایک مسلم کالج کی ضرورت جسمیں تعلیم عربی، اردو، انگریزی اور افریقی زبانوں میں دی جائے،

(۴) ٹرانسوال میں جن زمینوں پر مسجدیں تعمیر کی جائیں، ان پر مالکانہ قبضہ کا حق،

(۵) نکاح شرعی از روئے قانون جائز ہونا،

(۶) جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی ایک مذہبی انجمن کی ضرورت،

(۷) جنوبی افریقہ کے حاجیوں کی مدد کے لئے مکہ معظمہ میں جنوبی افریقہ کے ایک مسلمان قونسل کا تقرر،

(۸) ایک مسلمان قونسل کی ضرورت جو جنوبی افریقہ میں قیام کرے،

(۹) آل انڈیا مسلم کانفرنس سے اس کانفرنس کا الحاق،

(۱۰) جنوبی افریقہ کے ایک مسلم مشن کا افتتاح،

سرعتِ رفتار کا کمال

۱۹ دسمبر ۱۹۳۲ء کو جرمنی میں ایک نئی ریلوے ٹرین کا افتتاح ہوا جس نے سرعت رفتار میں دنیا کی تمام ریلوے ٹرینوں کو شکست دیدی، اس حیرت انگیز ٹرین نے برلن اور ہیمبرگ کے درمیان (۱۸۰) میل کی مسافت صرف دو گھنٹے بیس منٹ میں طے کی، نصف مسافت تک اوسکی رفتار (۹۳) میل فی گھنٹہ تھی، لیکن بعد میں قصداً کچھ کم کر دی گئی، اور رفتار (۹۱) میل فی گھنٹہ قائم رہی، اس سے قبل جرمنی میں جو ٹرین سب سے زیادہ تیز رفتار تھی، اوسکی رفتار ۸۰ میل فی گھنٹہ تھی، اور اس وقت تک دنیا کی سب سے زیادہ تیز رفتار ٹرین وہ تھی جو لنڈن اور سوئینڈن کے درمیان (۷۶) میل فی گھنٹہ کے اوسط سے چلتی تھی، اس جدید ٹرین میں صرف دو گاڑیاں ہیں جن کا مجموعی طول (۱۲۷) فٹ ہے، اور ان میں ایک سو مسافروں کی جگہ ہے، بلاشبہ یہ ٹرین اپنی رفتار کے اعتبار سے دنیا کی پہلی ٹرین ہے، لیکن اس سے قبل ہی خود جرمنی میں اور برلن اور ہیمبرگ ہی کے درمیان ایک ایسی ٹرین کا مظاہرہ بھی ہو چکا ہے، جسکی رفتار (۱۴۳) میل فی گھنٹہ تھی، اور جس نے ۲۱، جون ۱۹۳۱ء کو (۱۸۰) میل کی یہ مسافت ایک گھنٹہ سنتیس منٹ سے بھی کچھ کم ہی میں طے کر دی تھی، لیکن بعض نامعلوم اسباب کی بنا پر یہ جاری نہ رہ سکی،

———•———

الٹا نتیجہ

ضبط ولادت کی تحریک یورپ اور امریکہ مین جس سرگرمی کے ساتھ پھیلائی جارہی ہے، اور اب تقلید جامد کے طور پر ہمارے ہندوستان مین بھی جس گرمجوشی کے ساتھ قبول کیجارہی ہو، اوس سے اکثر اخبار بین حضرات واقف ہون گے لیکن اس تحریک کے جو اثرات تہذیب و معاشرت اور ہر ملک کی آبادی پر پڑ رہے ہین، ان کا حال کم لوگون کو معلوم ہی، چند ماہ قبل ان صفحات مین اعداد و شمار کے ساتھ یہ خبر آچکی ہے، کہ جب سے یہ وبا یورپ اور امریکہ مین داخل ہوئی، وہان کی آبادیون مین تشویشناک حد تک کمی واقع ہونے لگی ہے اور بعض ارباب نظر نے اس تحریک کے اخلاقی پہلو سے قطع نظر کر کے محض ملک کی آبادی کے نقطۂ نگاہ سے اوسکے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنی شروع کردی ہے لیکن حال مین پروفیسر ریمنڈ پرل (امریکہ) (Raymond Pearl) نے اس تحریک کے بارہ مین یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ جرم سے بھی بڑھ کر ہے، "یہ ایک زبردست غلطی ہے" پروفیسر موصوف نے ضبط ولادت پر عمل کرنے والی ۔۔۔ عورتون سے استفسار کرکے جو معلومات حاصل کی ہین، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس تحریک کا اثر تمام عورتون پر یکسان نہین ہے، اونچے طبقہ کی عورتون مین تو اوسط پیدائش تقریبًا پانچ فی صدی کم ہوگیا ہے، لیکن مزدور پیشہ اور غریب طبقہ کی عورتون مین اور خصوصًا حبشی عورتون مین اوسط پیدائش ضبط ولادت کے طریقون سے اور زیادہ ہوگیا ہے یعنی آبادی گھٹانے کے لئے جو وسائل اختیار کئے گئے تھے، وہ حقیقۃً اوسے بڑھا رہے ہین، ظاہر ہے کہ مزدور پیشہ اور غریب طبقہ پر اس الٹے نتیجہ کا کیا اثر پڑیگا، اور یہ صورتِ حال بیچارون کے لئے کس درجہ تردد خیز ہوگی،

زلزلہ کا اثر سمندر پر

بعض لوگون کا خیال ہے کہ سمندر اور اوس کی گہرائی زلزلون کے اثر سے محفوظ رہتی ہین، لیکن گذشتہ ستمبر مین جاپان کے سواحل پر بحر الکاہل مین سخت زلزلہ آیا، اور زمین کی اندرونی سطح کی شکل مین تغیر پیدا کر دیا، اور اوس مین بڑے بڑے سوراخ ہوگئے، امریکہ کے محکمۂ طبعیات نے ایک علمی وفد اس غرض سے روانہ کیا ہے کہ وہ دوسرے اس موقع پر سمندر کی گہرائی کی پیمائش کرے اور ان تغیرات کا پتہ لگائے جو اس موقع پر زلزلہ نے پیدا کر دئے ہین،

"ع ز"

ادبیات

معراج المومنین

از حکیم الشعراء امجد حیدرآبادی

معارف کا شیوہ نہین کہ شاعرون کو خطابات بانٹے، لیکن حضرت امجد کی نو بہ نو حکمت آموز شاعری نے اس کو اعترافِ فضل پر مجبور کیا ہے اور لفظ حکیم الشعراء سے واقعہ کا اظہار کیا ہے۔

ذیل کی نظم رمضان کی سحری ہے یا نالۂ سحری لفظ و معنی دونون کی لذت اسی سحری مین موجود ہے:

("اڈیٹر")

یاحسرۃً علی العباد

پایا نہ حیات کا ثمر اک دن بھی
ہم کو نہ ہوا خدا کا ڈر، اک دن بھی

کیا حق ہے زمین پہ پاؤن رکھنے کا ہمین
رکھا نہین جب سجدے مین سر اک دن بھی

خطرات فی الصلوٰۃ

فطرت ہر چیز کی طرف مڑتی ہے
ٹوٹی ہوئی شاخ از سرِ نو جڑتی ہے

ہوتا ہے نماز مین ہجومِ خطرات
گھر جھاڑتے وقت، خاک بھی اڑتی ہے

دلبر کے لیے ادائے ناز اچھی ہے
عاشق کے لیے رسمِ نیاز اچھی ہے

موقع ہے یہی تو اک قدم لینے کا
ہر ایک عبادت سے نماز اچھی ہے

تحقیق کا راز، عبدیت میں ڈھونڈو
ناز اپنا نیاز کی صفت میں ڈھونڈو

اسرارِ عبودیت کا مظہر ہے نماز
آئینۂ اسلام کا جوہر ہے نماز

اسلام ہے گر لفظ تو معنی ہے نماز
ہاں قربتِ مولا کا وسیلہ ہے نماز

پیراہنِ کبر چاک ہو جاتا ہے
نفسِ سرکش ہلاک ہو جاتا ہے

مسلم کے لیے عجب نعمت ہے نماز
سر خاک میں رکھ کہ پاک ہو جاتا ہے

اس بندۂ مسلم کا بھی کیا پایہ ہے
دیکھو تو کس کے سامنے آیا ہے

فتنوں سے جہان کے جان چھڑا کر آیا
بندہ دنیا سے ہاتھ اٹھا کر آیا

ہاں قرۂ عینِ دلِ بینا ہے نماز
اسلام ہے گر لفظ، تو معنی ہے نماز

سر نہادن ہا

قیام

بندے کا قیام ہے خدا کے آگے
فانی کو جگہ ملی بقا کے آگے

اس وقت، نظر آتی ہے شانِ قیوم
ملتا ہے قیام میں نشانِ قیوم

اللہ کا الف قیام کی صورت ہے
ارکان میں، یہ امام کی صورت ہے

رکوع

بندے نے رکوع میں بڑی جرأت کی
سر قدموں پہ رکھنے کی اجازت لے لی

مسلم، سر خم کیے ہوئے حاضر ہو
یہ وہ مہ نو ہے، جس کا رب ناظر ہے

دل کو رخِ جاناں پہ فدا رہنے دے
ان قدموں میں آنکھوں کو گڑا رہنے دے

جھک کر مرے کان میں یہ کہتا ہے رکوع
امجد! سرِ تسلیم جھکا رہنے دے

سجدہ

ہے عرش سے بھی بلند بامِ سجدہ
قدموں میں کسی کے ہے مقامِ سجدہ

سجدہ ہے، عروسِ عبدیت کا گہنا
سنتا ہے اسی جگہ، وہ میرا کہنا

سجدے میں چھپے ہوئے ہیں اسرارِ نماز
یہ سجدہ ہے شاہنشہِ دربارِ نماز

زنجیرِ درِ عرش ہلاتا ہوں میں
اللہ غنی! کسے بلاتا ہوں میں

سجدے کے بہانے، دل کی بیتابی سے
قدموں پہ کسی کے لوٹ جاتا ہوں میں

اس سرزمیں شاخ کا پھل اعلیٰ ہے
عامل، معمولی ہے، عمل اعلیٰ ہے

پوچھو نہیں سجدہ کرنے والوں کے دماغ
سر خاک میں لب پہ ربی الاعلیٰ ہے

مسلم کی کمال آرزو، سجدہ ہے
اللہ، قیام اور ہو سجدہ ہے

جان ڈوب کے لذتوں میں کھو جاتی ہے
فانی ہستی کی نفی ہو جاتی ہے

شب ہجر کی، شامِ وصل سے ملتی ہے
جب جھکتی ہے شاخ، اصل سے ملتی ہے

کب، راہ یہ زور و زر سے طے ہوتی ہے
ہاں منزلِ عشق، سر سے طے ہوتی ہے

سر اب تو اٹھاتی نہیں پُرخوں آنکھیں
کس طرح نکال کر میں رکھ دوں آنکھیں

ٹھنڈک ہے عجب سجدے میں، سبحان اللہ
تلووں سے کسی کے مل رہا ہوں آنکھیں

قعود

بیٹھا ہے ادب سے عبد، پیشِ معبود
فی مقعدِ صدق کا ہے مصداق، قعود

فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر

سلام

اسلام مین مصدرِ محاسن ہے سلام — مسلم کی سلامتی کا ضامن ہے سلام

دُعا

ہر دم اُس کی عنایت تازہ ہے — اس کی رحمت بغیر اندازہ ہے
جتنا ممکن ہو، کھٹکھٹائے جاؤ — یہ دستِ دعا، خدا کا دروازہ ہے

خالق نے جنھین دیا ہے زر، دیتے ہین — زر کیا ہے؟ خدا کی رہ مین گھر دیتے ہین
اپنا سرمایہ ہے رکوع و سجدہ — سامان نہین رکھتے ہین، سر دیتے ہین

اخلاصِ نیاز

از جناب سید شاہ نجم الدین احمد نجمؔ کاکوی (پٹنہ)

قدمون پہ تیرے دلنواز! میرا سرِ نیاز ہو — شام و سحر اسی طرح، اپنی ادا نماز ہو
آنکھین رہین گہر فشان، دل مین خلش ہو نہان — لب پہ ہو نالہ و فغان، روح مین بھی گداز ہو
آہون کو ہنس کے ٹالدون، اشکون کو روک بھی لون — اورون کا ذکر کیا، نہ دل کو بھی بیانِ راز ہو
چھپکے پڑے ہین سب کے سب، دیکھین قیامت آئے کب — دیر یہ کیون ہو بے سبب محوِ خرامِ ناز ہو
حسن مین شانِ کبر ہو، عشق مین شانِ عاجزی — ناز و غرور ہو اُدھر، اور اِدھر نیاز ہو
جلوۂ حسن سے ترے، موجِ بہار شرمسار — چرخ پہ خندہ زن تری، چشمِ کرشمہ ساز ہو
پھیر و نہ نامراد یون، آس نہ توڑو اس طرح — دور سے سنکے آئے ہین، ہم کہ گدا نواز ہو
اے غمِ عشق؛ داغ سے سینہ ہو اپنا لالہ زار — تیرے ہی دم سے ہو بہار، عمر تری دراز ہو
نجمؔ تمھین ملیگا کیا، اپنی نمازِ عشق مین — دل مین خلش ہو اور نہ درد، سوز ہو اور نہ ساز ہو

بابُ التقریظ والانتقاد

چند نئے رسالے اور اخبار

اور رسالون کے خاص نمبر

گذشتہ ششماہی مین ہمین مختلف رسالے اور اخبارات، ریویو کے لئے موصول ہوئے، نیز مختلف رسالون کے چند خاص نمبر بھی آئے ہین،

رسائل | رسائل حسب ذیل ہین،

آئینہ، کلکتہ (مصور ماہانہ) اڈیٹر جناب محمد اسحاق صاحب بمعاون جناب قیس شیخپوری حجم ۸۴ صفحے،

کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت سالانہ عہ/ پتہ:- دفتر آئینہ نمبر ۱۱ برن باڑی لین کلکتہ،

یہ رسالہ ماہ اکتوبر ۱۹۳۲ء سے کلکتہ سے نکلنے لگا ہے، اس کے دو پرچے اکتوبر اور نومبر کے نظر سے گذری، رسالے کے پہلے نمبر مین اڈیٹر کی جانب سے اولاً صفحۂ "افتتاح" ہے، جسمین فاضل مدیر نے آئینہ کو بنگال مین اردو کے رائج کرنے کا ذریعہ بتایا ہی، اور کہا ہے کہ "اردو ادب ہنوز پست ہے،.... بے لاگ تنقید کی کمی ہی، آئینہ اردو ادب کے حال کا آئینہ نہین، بلکہ مستقبل کا بھی آئینہ ثابت ہو گا" لیکن جناب جوش ملیح آبادی کی ایک غزل پر مدیر آئینہ نے جو تنقید کی ہے، افسوس ہے کہ وہ نہ تنقید صحیح کا کوئی نمونہ ہے، اور نہ اوسے بے لاگ تنقید کہہ سکتے ہین، رسالہ کو ملک کے اچھے اہل قلم کی امداد حاصل ہے، جناب نواب نصیر حسین صاحب خیال کی زیر تالیف کتاب داستان اردو کے چند ورق دونون نمبرون مین شائع ہوئے ہین، اسی طرح مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی بھی رسالہ کے مستقل معاون نظر آتے ہین، اونھون نے پہلے نمبر مین ہمارے شعرائے کرام کو مخاطب کیا ہے، اور دوسرے نمبر مین عظمت کی راہ دکھائی ہے،

جناب مظفر حسین صاحب شمیم نے شیخ جمال الدین افغانی کے سامنے مرزا داغ دہلوی مرحوم کے ایک غزل پڑھنے
کا واقعہ قلمبند کیا ہے اسی طرح مختلف یورپین فسانہ نگاروں شکسپیر اور نت ہامسون کے مختصر افسانوں کے ترجمے
ہیں، اور شعرا میں سے حضرت شاد عظیم آبادی، جناب رضا علی وحشت، جناب جوش ملیح آبادی، اور جناب آغا حشر کاشمیری
وغیرہ کی نظمیں اور غزلیں ہیں اور نیز بنگال و بہار کے نوجوان اہل قلم اور شعرا کی نثر و نظم درج ہے، توقع ہے
کہ رسالہ بنگال و بہار کے نوجوانوں کو اردو لکھنے لکھانے کی مشق بہم پہنچانے میں کامیاب ہوگا، لیکن رسالہ کے اوراق
اور شذرات کو سیاسیات کا اکھاڑا بنانے سے اجتناب کرنے کی ضرورت ہے کہ کارکنانِ رسالہ کے پاس ان مباحث
کیلئے ایک مستقل روزنامہ کا میدان موجود ہے،

آئینہ

دہلی (ماہانہ) اڈیٹر جناب سید ابن الحسن صاحب فکر، ایم اے، حجم ۴۲ صفحے

قیمت سالانہ عہ، پتہ: منیجر رسالہ آئینہ، دہلی،

پیش نظر رسالہ کے اجرا کا اصل مقصد ارزان قیمت میں اعلیٰ مضامین کے مجموعہ کا رسالہ پیش کرنا ہے، اس
کا پہلا نمبر زیر نظر ہے، اسمیں شبہہ نہیں کہ یہ اپنے مضامین اور ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے ارزان قیمت ہے،
مضامین کا معیار بھی خاصہ ہے، اکثر مضامین سائنٹفک اور علوم جدیدہ سے متعلق ہیں، نیز بعض افسانے بھی ہیں،
مضامین کے چند عنوان یہ ہیں، "ریڈیو اور آیندہ جنگ" "معانی الفاظ" "کوہ نور کی سرگذشت" "پانی کی دنیا اور اوس کے
عجائبات" "سلاطین آستانہ" "فقرا ور" "تخلیق اور ارتقا"، رسالہ کی ترتیب محتاج اصلاح ہے، اولاً مضامین کی فہرست
مسلسل نہیں، علاوہ ازیں اکثر مضامین اسطرح ناتمام چھاپے گئے ہیں، کہ "دیکھو صفحہ فلان"، ایک ماہانہ رسالہ کیلئے یہ طریقہ
مستحسن نہیں،

گلچین

لاہور (ماہانہ) اڈیٹر جناب سید ابو محمد صاحب ثاقب حجم ۲۰ صفحے قیمت سالانہ سے، پتہ، دفتر
گلچین چراغ دین روڈ، مزنگ، لاہور،

یہ رسالہ ماہ اگست ۱۹۳۲ء سے نکلا ہے، اس کا مقصد "لاہور سے ایک صحیح زبان کا رسالہ نکالنا اور زبان

کی صحیح خدمت اور ادب کی حقیقی اصلاح کرنا ہے"، اسکا پہلا پرچہ زیر نظر ہے، جس میں مختلف شعرا کی نظموں اور غزلوں
کے علاوہ بعض مضامین بھی اچھے خاصے ہیں جنمیں سے جناب مرزا محمد سعید صاحب دہلی کا مضمون "ہندی بھاشا کا جدید
ادب" لائق ذکر ہے، لیکن رسالہ کے اسی پہلے نمبر میں اردو کے پرانے پرچوں سے مشہور ادیبوں کے مضامین بلا حوالہ درج
کرنے کی ابتدا کچھ مناسب نہیں ہے، جناب سلطان حیدر صاحب جوش مرحوم کا مضمون "بور" چند سال گذرے شائع ہو چکا
ہے اور اردو خوانوں میں دلچسپی سے پڑھا جا چکا ہے،

یادگار

لاہور (ماہانہ) مدیر جناب نیر، بی اے، معاون جناب محمد لطیف جعفری، بی اے، وغیرہ، حجم ۵۶ صفحے

قیمت سالانہ سے، پتہ:- دفتر رسالہ یادگار اندرون بھاٹی دروازہ لاہور،

رسالہ یادگار چند ماہ سے نکل رہا ہے، نومبر کا پرچہ پیش نظر ہے، جو مختلف قسم کے ادبی و تنقیدی مضامین پر
مشتمل ہے، نثر میں پروفیسر تبسم کا مضمون اور شعرا میں حضرت ریاض خیرآبادی، اور جناب محوی صدیقی کے کلام پڑھنے
کے لائق ہیں،

سنیاسی گجرات

(ماہانہ) اڈیٹر جناب حکیم عارف حجم ۴۴ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی معمولی قیمت سالانہ عہ،

پتہ:- دفتر سنیاسی گجرات (پنجاب)

سنیاسی گجرات (پنجاب) سے نکلا ہے، یہ ایک مفید رسالہ ہے، اور اوسکو سیاسی اور طبی رسالہ کہہ سکتے ہیں، اسکے
پیش نظر ہندوستان کی مختلف قوموں اور ملتوں میں اتحاد و یگانگی پیدا کرنا، ہندوستانیوں کے فرقہ وارانہ جھگڑوں کو
روکنا، دیگر مذاہب کے بزرگوں پر الزام نکتہ چینی سے باز رکھنا ہے، اوسکے مضمون نگاروں میں ہندو اور مسلمان دونوں اہل قلم
ہیں، رسالہ کے مرتب جناب حکیم عارف ہیں، مگر پورا رسالہ پڑھنے کے باوجود یہ معلوم کرنا دشوار ہے، کہ عارف کسی ہندو
شاعر کا تخلص ہے یا مسلمان شاعر کا، جناب حکیم عارف نے اپنے لئے ایک مستقل عنوان "تاریخ ہند کا ایک ورق" خاص
کرلیا ہے، اسمیں تاریخ کی مستند کتابوں اور مستند حوالوں سے ایسے واقعات اخذ کرکے پیش کرتے ہیں، جن سے ہندو
مسلمان اور سکھوں کی باہمی رواداری اور باہم حسنِ سلوک اور ایک دوسرے کے مذہب کی عزت کرنیکے نتائج پیدا

ہوتے ہین، رسالہ کا یہ باب نہایت کارآمد ہے، رسالہ کے بعض مضامین طبی بھی ہین،

پاسبان، گورداس پور (ماہانہ) ادارۂ تحریر جناب لطیف انور، جناب اصغر حسین خانصاحب نظیر، لودھیانوی، حجم ۴۸ صفحے، لکھائی چھپائی معمولی، قیمت سالانہ ۲ر، پتہ:- دفتر رسالہ پاسبان گورداسپور (پنجاب)

رسالہ پاسبان، پنجاب کے ایک دوسرے شہر گورداسپور سے نکلا ہے، اس کے پیش نظر ادبی خدمت انجام دینا اور صوبۂ پنجاب کے محکمۂ تعلیم کی منظور شدہ کتابون پر نقد و تبصرہ کرنا ہی، رسالہ چند عنوانون "روحِ تغزل" "معیارِ علم و ادب" "تعلیمات" اور "نسائیات" مین تقسیم ہے، دوسرے نمبر سے حصۂ نسائیات کی ادارت جناب رضیہ سلطانہ گورداسپوری کو تفویض ہوئی ہے، رسالہ کے بعض مضامین سنجیدہ اور تنقیدی بھی ہین،

دبستان وزیرآباد، مدیر جناب سید برکت علی صاحب گوشہ نشین، وزیرآباد، حجم ۴۸ صفحے قیمت سالانہ ۲ر، پتہ:- دفتر دبستان متصل برج وزیرآباد (پنجاب)

دبستان، پنجاب کے ایک تیسرے شہر وزیرآباد سے نکلا ہے، جناب سید برکت علی صاحب گوشہ نشین مدت سے اپنے گوشۂ عزلت مین جنھکر دوسرے شعراء و ادباء پر رسالون کی شکل مین تیراندازی کرتے تھے، اب خود میدان مین نکل آئے ہین، اور دارالاشاعت قائم کرکے رسالہ دبستان جاری کیا ہے، رسالہ کے تقریباً تمام مضامین مختصر افسانون پر مشتمل ہین، کوئی خاص تنقیدی مضمون پہلے نمبر مین موجود نہین، بعض مضامین "تاریخی معلومات" کے عنوان سے ہین، شعراء کے کلام اہلِ قلم کے مضامین کے پہلو بہ پہلو بکثرت ہین، جنمین زیادہ تعداد جناب گوشہ نشین کے کلامون کی ہی،

مسلمہ جالندھر (ماہانہ) اڈیٹر جناب حمیرا، حجم ۲۰ صفحے، قیمت سالانہ صرف ایک روپیہ، پتہ:- دفتر رسالہ مسلمہ مدرسۃ البنات، جالندھر (پنجاب)

مدرسۃ البنات کچھ دنون سے چند مخلص مسلمانون کی کوششون سے جالندھر مین قائم ہوا ہے، اس مدرسہ کی جانب سے ایک ماہانہ رسالہ مسلمہ جناب حمیرا کی ادارت مین ماہ جولائی ۱۹۳۲ء سے نکلنے لگا ہے، رسالہ کی سرپرستی جناب مفخر نسوان

بیگم صاحبہ نواب لیاقت حیات خان بہادر وزیرِ اعظم ریاست پٹیالہ نے قبول کی ہے، رسالہ کا دوسرا نمبر پیش نظر ہے، مضامین مین خصوصیت سے اسلامی تعلیمات کی روح نظر آتی ہے، جو مختصر افسانے ہین، وہ بھی شریف بہو بیٹیون کے پڑھنے کے لائق اور سبق آموز ہین، رسالہ کا خیر مقدم مولانا ظفر علی خانصاحب نے اپنی ایک فارسی نظم سے کیا ہے، جس کا اردو ترجمہ جناب حمیرا کے قلم سے ہی،

مشیرِ باغبانی لاہور (ماہانہ) اڈیٹر پروفیسر جی، ایم، ملک ایم ایس سی (اگریکلچر) امریکہ، حجم ۴۰ صفحے، قیمت سالانہ ۱۲ر، پتہ:- امرکین سیڈ اینڈ نرسری کمپنی نمبر ۴۸، میکلوڈ روڈ لاہور،

مشیرِ باغبانی، ایک زراعتی رسالہ ہے، جسمین فن زراعت اور باغبانی سے متعلق مفید مضامین ہوتے ہین، "باغبانی کلب" "ترکاریان" "باغبانی معلومات" "استفسارات و جوابات" (متعلق زراعت و باغبانی) اور "عملی باغبانی" وغیرہ اس کے مستقل عنوان ہین، رسالہ سے زراعت پیشہ اور باغبانی کے شوقین فائدہ اوٹھا سکتے ہین،

کامیاب دہلی، (ماہانہ) اڈیٹر جناب ظفر نیازی، و سب اڈیٹر جناب لطیف احمد بی اے، حجم ۴۰ صفحے، قیمت سالانہ ۱۲ر، پتہ، منیجر رسالہ کامیاب پوسٹ بکس نمبر ۲۰۴، دہلی،

رسالہ کامیاب چند ماہ سے جاری ہے، دسمبر کا نمبر پیش نظر ہے، اسمین متعدد چھوٹے چھوٹے ادبی و اصلاحی مضامین، مختلف اہلِ قلم جناب خواجہ حسن نظامی صاحب، جناب مولوی سید ظہور احمد صاحب وحشی، جناب ایم اسلم اور جناب اکبر حیدری صاحب وغیرہ کے ہین، رسالہ کے مضامین کارآمد اور دلچسپ ہین،

شاعر آگرہ (ماہانہ) اڈیٹر جناب نظر اکبرآبادی، حجم ۳۰ صفحے، تقطیع $\frac{22 \times 18}{16}$، قیمت سالانہ عار، پتہ:- دفتر قصر الادب آگرہ،

اکبرآباد مین ہمیشہ سے شعر و شاعری کا چرچا رہا ہے، دورِ حاضر مین بھی یہ شہر شعر و شاعری کے چرچے اور مشاعرون کی چہل پہل سے اوسی طرح پر رونق ہے، اور ادبی چھیڑ چھاڑ اور شاعرانہ لن ترانیون کی صدائین، یہین سے کبھی کبھی سنائی دیتی ہین، اور شعر و شاعری کی خدمت کے لئے یہان سے مختلف پرچے نکلتے رہتے ہین، زیرِ تبصرہ رسالہ، اوسی سرزمین سے

سراپا شاعر بنکر سامنے آیا ہی، جناب سیماب اکبر آبادی اس کے نگران اصول اور جناب نظر اکبر آبادی اس کے مدیر ہین، اگست ۱۹۳۲ء کا پرچہ زیر نظر ہے، اسمین شبہہ نہین کہ کارکنان رسالہ شعر و شاعری اور اردو کی خدمت انجام دینا چاہتے ہین، رسالہ کے آغاز مین شعر و ادب کے متعلق استفسار و جواب ہین، پھر چند صفحون مین "شاعر" کے چند مختصر نوٹ اور مضامین ہین، پھر دوسرے اہل قلم کے مضامین درج کئے گئے ہین، جن مین سے "مرزا داغ اور نفسیات محبوب" اور "شعرا کی ذہنی تصاویر" دلچسپ مضامین ہین، آخر مین ایک باب "اصلاح سخن" کا بھی ہے،

مؤرخ فیض آباد (مہینہ مین دوبار) اڈیٹر مولوی سید علی اظہر صاحب عابدی، ۴۴ صفحے تقطیع چھوٹی، قیمت سالانہ عہ

پتہ:- دفتر مورخ امام باڑہ جواہر علی خان فیض آباد،

رسالہ مورخ مین جیسا کہ اوس کے نام سے ظاہر ہے، خالص تاریخی مضامین ہوتے ہین، لیکن وسعت دامان کے لئے اس کے ضوابط مین اعلان ہے کہ "علمی، ادبی، تمدنی و اخلاقی مضامین جن کا تعلق تاریخ سے ہو گا، وہ صفحات مورخ پر نظر آئین گے" اس کا پہلا پرچہ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۲ء ہمین موصول ہوا ہے، بعض مضامین ہم نے دیکھے تو تاریخی استناد پر مبنی نہین ہین، لیکن بہر صورت رسالون کے عام سطحی افسانون کے پڑھنے سے ان تاریخی افسانون کا پڑھنا زیادہ بہتر ہو گا،

اقتصاد کابل (فارسی ماہانہ) اڈیٹر جناب محمد زمان ترہ کی، حجم ۴۰ صفحے، کاغذ عمدہ، چھپائی خوبصورت طائپ مین، قیمت سالانہ، ۸ شلنگ، پتہ:- دفتر اقتصاد، وزارت تجارت گلستان سرائے کابل (افغانستان)

سال ڈیڑھ سال مین کابل سے متعدد بلند پایہ رسالے جاری ہوئے ہین، جن کا تذکرہ ان صفحات مین آتا رہا ہے، اب یہ ایک نیا رسالہ اقتصاد نکلا ہے، جیسا کہ اوس کے نام سے ظاہر ہے، یہ ایک اقتصادی و تجارتی رسالہ ہے، اس کے مضامین مختلف عنوانون "فلاحت و زراعت" "معادن" اور "تجارت" وغیرہ مین منقسم ہین، اس کے بعض مضامین کا اقتباس انھی صفحات مین اس سے پہلے گذر چکا ہے، تجارتی حلقون کے لئے یہ خصوصیت سے ایک کارآمد رسالہ ہو۔

فانوس لاہور (ماہانہ) اڈیٹر جناب سردار علی صاحب اختر، حجم ۴۴ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت سالانہ عہ

پتہ:- دفتر رسالہ فانوس نمبر ۹، کشمیر بلڈنگ میکلوڈ روڈ لاہور،

فانوس ایک علمی و ادبی رسالہ ہے، جو ماہ نومبر ۱۹۳۲ء سے نکلا ہے، اکثر مضامین ادبی اور بعض علوم جدیدہ سے متعلق ہین، بعض مضامین پڑھنے کے لائق ہین، مثلاً "مرزا غالب کی ایک نایاب فارسی نظم"،

پندرہ روزہ پرچے

ذیل کے دو پرچے پندرہ روزہ ہین، نیر اسلام اور حسن کار حیدر آباد،

نیر اسلام لاہور (مہینہ مین دوبار) اڈیٹر جناب غلام نبی صاحب انصاری جہلمی، حجم ۱۶ صفحے تقطیع ۲۰×۲۶

قیمت سالانہ عا، پتہ، دفتر اخبار نیر اسلام امیر علی بلڈنگ ریلوے روڈ لاہور،

جناب غلام نبی صاحب انصاری کو سیاسیات سے دلچسپی ہے، اور موصوف کافی مدت تک جیل مین رہ چکے ہین، اب موصوف نے رہا ہو کر ایک اخبار نیر اسلام اپنے ذوق سے نکالا ہے، اور اس طرح قوم و ملک کی خدمت کا شوق پورا کیا ہے، اس کا ۳۸ وان نمبر مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۲ء ہمین موصول ہوا ہے، اس کے سرورق پر مجلس مرکزیہ احرار اسلام کے ایک اجلاس کی وہ کارروائیان ہین، جنکی "تفصیلات صیغہ راز مین ہین" پھر مقالہ افتتاحیہ مین مولانا ابو الکلام آزاد کی ترجمان القرآن پر اظہار خیال ہے اور کہا گیا ہے اوسکو نیر اسلام مین مسلسل پیش کیا جائے گا، اور اس کے بعد الہلال کلکتہ کے پرانے فائیلون اور اوس کے جدید فائلون سے چند مضامین اور افسانے نقل کئے گئے ہین، اور آخر مین خبرون کے صفحات ہین، اور اس طرح تقریباً پورا اخبار دوسرے پرانے اخبارات کے فائل، شائع شدہ کتابون اور شائع شدہ خبرون سے منقول ہے،

حسن کار حیدر آباد دکن (پندرہ روزہ) اڈیٹر جناب سید محمد اکبر وفا قانی بی اے، حجم ۲۰ صفحے،

قیمت سالانہ سے ریتہ، دفتر حسن کار محلہ معظم شاہی گوشہ محل حیدر آباد دکن،

حسن کار فنون جمیلہ مصوری، نقشہ کشی، تعمیر اور موسیقی وغیرہ کی خدمت کے لئے ماہ نومبر ۱۹۳۲ء سے نکلا ہے، اسکا چوتھا اور پانچوان پرچہ پیش نظر ہے، اکثر مضامین اپنے موضوع سے متعلق مختلف تاریخی عمارتون، فن تعمیر، مصوری

اور موسیقی وغیرہ پر ہیں، لیکن افسوس ہے کہ حسن کار کی ظاہری شکل وصورت حسن کارانہ نہیں، ع

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

ہفتہ وار اخبار المجاہد ڈیرہ اسمٰعیل خان (ہفتہ وار) مدیر جناب شاہزادہ فضل داد خان صاحب حجم صفحے تقطیع ۲۰×۲۶/۸، قیمت سالانہ عہ، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، پتہ دفتر مجاہد، حافظ جمال اسٹریٹ ڈیرہ اسمٰعیل خان،

مجاہد ۹ دسمبر ۱۹۳۲ء سے جاری ہوا ہے، اس کا پہلا نمبر سامنے ہے، اوس نے اپنے حسب ذیل مقاصد بتائے ہیں، شمالی ہند خصوصاً صوبہ سرحد اور بلوچستان کے مسلمانوں کی ترجمانی، مہا سبھائی فتنہ کا انسداد، اسلامی تاریخ اور نامور اسلاف کے مجاہدانہ کارناموں کی اشاعت اور زبان اردو کی خدمت وغیرہ، مجاہد کا لب ولہجہ حکومت کے ساتھ تعاون پسندی کا ہے، اور ہندوؤں کی جانب سے مسلمانوں کے "حقوق" کے "غصب" کے شکوے اور افغانستان کی موجودہ حکومت کی حمایت وغیرہ اوس کی کھلی ہوئی پالیسی ہے،

البیت کلکتہ (مصور ہفتہ وار) اڈیٹر جناب میر ایچ اے افضالی حجم ۲۰ صفحے تقطیع ۲۰×۳۰/۴ قیمت سالانہ عہ

دفتر البیت نمبر ۱۸ ڈمزن لین کلکتہ،

اخبار البیت (۹) کا نواں نمبر مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۳۲ء ہمیں ریویو کے لئے موصول ہوا ہے، اخبار کا سرورق آرٹ پیپر کا خوبصورت ہے، لکھائی چھپائی اور کاغذ بھی کچھ خراب نہیں، تصویریں بھی چند صفحوں پر ہیں، ہفتہ وار خبروں کا کوئی التزام نہیں ہے، مقالۂ افتتاحیہ اور شذرات کے لحاظ سے یہ پرچہ سیاسی اور دیگر مضامین کی نوعیت سے ایک ادبی وتعلیمی رسالہ ہے، سیاسی حیثیت سے اوس کی پالیسی میں "اسلامی حقوق" کی حمایت اور کانگریس کو مسلمانوں کا مخالف بنا کر اوس کی مخالفت کرنا ہے، زیر نظر پرچہ کے مقالۂ افتتاحیہ میں گاندھی جی کو مسلمانوں کا تمام ہندو رہبروں میں سب سے زیادہ دشمن قرار دیا گیا ہے، اخبار کا لب ولہجہ بھی پروقار نہیں، شاید جیسا کہ نام سے شبہ ہوتا ہے یہ کوئی مزاحیہ اخبار ہے،

منقار جبل پور (ہفتہ وار) اڈیٹر جناب محمد عبد اللطیف صاحب بی اے حجم ۱۴ صفحے قیمت سالانہ عہ

پتہ، دفتر منقار، ابراہیم منزل نمبر ۸ گلگلا جبل پور (سی پی)

یہ ایک ہفتہ وار مزاحیہ اخبار ہے، جو جنوری ۱۹۳۳ء سے جبل پور (صوبہ متوسط) سے نکلا ہے، اسمین مزاحیہ مختصر ادارے مزاحیہ نظمیں اور مختصر مزاحیہ نوٹ ہوتے ہیں،

امہات بھوپال (ہفتہ وار) اڈیٹر جناب قمر النساء بیگم حجم ۱۶ صفحے تقطیع ۲۰×۲۶/۸ کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ

قیمت سالانہ ؎ پتہ :- دفتر اخبار امہات بھوپال،

امہات جناب قمر النساء بیگم کی ادارت، اور جناب محمود الحسن صاحب صدیقی بی اے علیگ کے اہتمام سے غالباً رسالہ ظل السلطان بھوپال کے دفتر سے نکلا ہے، اس کے چند نمبر ہمیں موصول ہوئے ہیں اس کے اجرا کا مقصد خواتین ہند کی قومی، ملکی، سیاسی، معاشرتی اور تعلیمی تحریکات کی علمبرداری ہے،

روزانہ اخبارات اس مدت میں دو نئے روزانہ اخبار بھی نکلے ہیں ہند جدید کلکتہ اور مدینہ بجنور،

ہند جدید اڈیٹر مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی حجم ۔ صفحے تقطیع ۲۰×۳۰/۲ کاغذ سفید چکنا لکھائی چھپائی عمدہ

قیمت سالانہ للعہ ہر پرچہ ۱ ر پتہ :- دفتر ہند جدید ۲/۵۰ اے چیتپور ایونیو، کلکتہ،

کلکتہ سے چند مہینوں سے یہ روزانہ اخبار نکل رہا ہے، یہ سیاسی آزادی کا علمبردار مذہبی بدعات کا دشمن ہندو مسلم اتحاد کا پرزور حامی اور مسلمانوں میں حرکت وعمل پیدا کرنے کا داعی ہے، اپنے مخالفوں کے لئے ہمیشہ شمشیر برہنہ رہتا ہے، پرچہ میں روزانہ خبروں کے علاوہ مختلف موضوع پر دلچسپ، کارآمد اور پڑھنے کے لائق علمی وادبی مضامین اور افسانے اور اسلامی ممالک کے اخبار ورسائل کے مفید ودلچسپ اقتباسات درج ہوتے ہیں لیکن بایں ہمہ یہ کہے بغیر رہا نہیں جاتا، :-

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اسقدر
کی جس سے بات اوس نے شکایت ضرور کی

روزانہ مدینہ بجنور، اڈیٹر جناب نصر اللہ خان صاحب عزیز، بی، اے، حجم ۔ صفحے قیمت سالانہ ۱۵ عہ

پتہ :- مدینہ بجنور، یوپی،

ہمارے صوبہ مین ایک کارآمد روزانہ اخبار کی سخت ضرورت تھی، اور سب کو اس ضرورت کا احساس تھا، مگر اس کے لئے پیش قدمی سب سے پہلے مدینہ بجنور کے کارکنون نے کی، سہ روزہ مدینہ جس خوبی، کامیابی اور حسن انتظام کے ساتھ اب تک نکلتا رہا ہے، اس سے پوری اُمید ہے کہ روزانہ مدینہ بھی ملک و ملت کا مفید ارگن ثابت ہوگا، اب تک اوس کے ۴ نمبر نظر سے گذرے ہین، ان مین ہر ایک باسلیقہ ترتیب عمدہ معلومات اور دلچسپ مضامین کا حامل ہے، وہ سیاسی آزادی، ملکی ترقی، ہندو مسلم اتحاد کی دعوت کے ساتھ سنجیدگی و متانت کا دامن ہاتھ سے نہین چھوڑتا، امید ہے کہ لوگ اس نئے روزانہ اخبار کا پرجوش خیر مقدم کرین گے،

رسائل کے خاص نمبر چند رسالون کے حسب ذیل خاص نمبر ہمین موصول ہوئے،

سالنامہ نیرنگ خیال

:- حجم تقریباً سوا دو سو صفحے، تقطیع کلان، قیمت خاص نمبر عہ،

پتہ :- دفتر نیرنگ خیال شاہی محلہ، لاہور،

یہ خاص نمبرون کے مبتدع (مخترع نہین؟) نیرنگ خیال لاہور کا سالنامہ ۱۹۳۳ء ہے، مضمون نگارون اور شعرا کی فہرست مین حسب دستور اچھے اچھے اور ممتاز اہل قلم شامل ہین، مضامین مختلف نوعیتون کے ہین، ادبی مضامین مین لیلی کے خطوط پڑھنے کے لائق ہین، افسانون مین "لاش" اور "خزان اور سامن" کو دیکھنے کا موقع ملا، وہ دلچسپ ہین، مزاحیہ تحریرون مین "ریل گاڑی" زیادہ پسند آئی، حصہ نظم مین اساتذہ کے کلام کے علاوہ اختر شیرانی کی بعض نظمین خوب ہین، رسالہ مین مختلف مناظر، عمارتون مجسمون اور بعض اہل قلم کی تصویرین شایع ہوئی ہین، دار المصنفین کے ساکنین کا ایک مرقع بھی اوسکو کہین سے ہاتھ آیا ہے، اور اوس نے بھی اسمین جگہ پائی ہے،

نیرنگ خیال کا اقبال نمبر

:- ۲۴۰ صفحے، تقطیع ۲۰×۲۶/۸ ، قیمت عا، پتہ :- دفتر نیرنگ خیال شاہی محلہ لاہور،

نیرنگ خیال کا ایک دوسرا خاص نمبر ڈاکٹر سر اقبال کے نام پر "اقبال نمبر" زبور عجم کی تقطیع پر شائع ہوا ہے،

جسمین اقبال کی شاعری فلسفہ، سوانح حیات اور اون کی تصنیفات پر مختلف اہل قلم کے مضامین ہین، اور مختلف شعرا نے اقبال کی خدمت مین اپنی اپنی عقیدت کا ہدیہ پیش کیا ہے، اگرچہ ہماری نگاہین اقبال نمبر مین "سیاسی اقبال" کے بجائے، صرف شاعر، متکلم و داعی و ادیب و فلسفی اقبال پر صرف مضامین ہی دیکھنا چاہتی تھین، تاہم جو کچھ بھی اس نمبر مین جمع کیا گیا ہے، وہ اقبال کی تصویر کو ہر پہلو سے مکمل کرتی ہین، رسالہ مین اقبال کی پرانی اور نئی تصویرین، اور اس پرچہ کے بعض مضمون نگارون نیز اونکے بعض استادون اور اقبال کے کلام کی بعض تخیلی تصویرین بھی شائع ہوئی ہین،

پیشوا کا رسول نمبر

:- حجم ۱۴۰ صفحے، قیمت خاص پرچہ ۸ر، پتہ :- دفتر رسالہ پیشوا کوچہ چیلان دہلی،

رسالہ پیشوا، دہلی سے جناب سید عزیز حسن صاحب بقائی کی ادارت مین نکل رہا ہے، اس رسالہ کا رسول نمبر ہر سال اہتمام سے ربیع الاول مین شایع ہوتا ہے، اور ملک کے ممتاز اہل قلم بارگاہ نبوت مین اپنی اپنی عقیدت کا نذرانہ پیش کرتے ہین، جسمین سیرت رسول کے مختلف پہلوؤن پر روشنی ڈالی جاتی ہے، جناب سید عزیز حسن صاحب نے زیر تبصرہ رسالہ بھی اسی اہتمام سے شایع کیا ہے، اور یہ خاص نمبر رسالہ پیشوا کے مستقل خریدارون کو کسی مہینہ کا پرچہ ناغہ کئے بغیر اوسی معیاری سالانہ چندہ ہی مین ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے،

پیشوا کا قران نمبر

:- ۱۲۰ صفحے، قیمت خاص نمبر ۸ر، پتہ دفتر رسالہ پیشوا کوچہ چیلان دہلی،

رسالہ پیشوا، کا ایک دوسرا خاص نمبر ماہ جنوری ۱۹۳۳ء مین "قرآن نمبر" کے نام سے نکلا ہے، اوس کے تمام مضامین قرآن و علوم قرآن سے متعلق ہین اور اون مین سے اکثر مضامین حیدرآباد کے ادارۂ معارف قرآنیہ کے بعض ارکان نے لکھے ہین، اور نیز ایسے مختلف مضامین بھی یکجا کئے گئے ہین، جو بعض رسالون مین قرآن مجید کے مباحث پر وقتاً فوقتاً شایع ہوتے رہے ہین، رسالہ مین بعض مسجدون کی تصویرین بھی شایع ہوئی ہین،

دین دنیا کا مجاہدین اسلام نمبر

:- حجم ۸۰ صفحے، قیمت خاص نمبر ۱۲ر، پتہ :- خواجہ بک ڈپو دار الاشاعت دہلی

رسالہ دین و دنیا کا جو جناب شوکت علی صاحب فہمی کی ادارت مین شایع ہوتا ہے "مجاہدین اسلام نمبر" ستمبر و اکتوبر ۱۹۳۲ء

کے پرچون پر مشتمل ہے، اس رسالہ مین ۲۸ مضامین نظم و نثر مجاہدین اسلام اور اون کے کارنامون سے متعلق ہین اور بعض

مضامین دوسرے موضوع پر ہین، رسالہ مین چند تصویرین بھی ہین،

ضیاء القریش کا عثمان نمبر

:- حجم ۱۱۲ صفحے، قیمت خاص نمبر ۸ ر، پتہ :- دفتر ضیاء القریش حلقہ نمبر ۱۱ امرتسر،

رسالہ ضیاء القریش، امرتسر سے انجمن قریشیان ہند کی سرپرستی مین نکلتا ہے، اوس نے حضور نظام آصفجاہ سابع کے اسم گرامی پر "عثمان نمبر" شایع کیا ہے، مملکت آصفیہ کی مختصر تاریخ اور عہد حاضر مین حیدرآباد کی مختلف تمدنی و تعلیمی ترقیون پر مختلف اہل قلم کے مضامین ہین، اور اسی نوع کی مختلف نظمین درج ہین، رسالہ مین سلطنت آصفیہ کے مختلف فرمانروا کی تصویرین بھی دیگئی ہین مملکت آصفیہ کی مختصر سرگذشت مین ٹیپو سلطان کا جس لب و لہجہ مین تذکرہ کیا گیا ہے وہ لائق افسوس ہے،

یادگار کا سالگرہ نمبر

:- ۲۰۲ صفحے، قیمت خاص نمبر ۸ ر، پتہ :- دفتر رسالہ یادگار بھاٹی دروازہ لاہور

لاہور کے رسالہ یادگار کا سالگرہ نمبر جنوری ۱۹۳۲ء مین شایع ہوا ہے، مضامین زیادہ تر افسانے ہین جنمین بہت کم محض سطحی ہین، اور بعض تاریخی اور ادبی مضامین بھی ہین، رسالہ مین چند تصویرین بھی ہین انگلستان کے مشہور شاعر بائرن کی تصویر مختصر حالات اور اوسکی چند نظمون کے ترجمے بھی شایع ہوئے ہین، اور تیمور لنگ کے خط کا ایک عکس شایع ہوا ہے،

ہمایون کا سالگرہ نمبر

(مصور) ۱۵۲ صفحے، قیمت خاص نمبر ۸ ر، پتہ :- دفتر رسالہ ہمایون لاہور،

پنجاب کے سنجیدہ ادبی رسالہ ہمایون کا سالگرہ نمبر بھی ہر سال ماہ جنوری مین نکلتا ہے، امسال مضامین زیادہ تر افسانے ہین، تاہم مجموعی حیثیت سے یہ اوسط درجہ کا ایک ادبی گلدستہ تیار ہو گیا ہے،

عالمگیر کا خاص نمبر

ایڈیٹر جناب حافظ محمد عالم صاحب ۲۰۸ صفحے قیمت خاص نمبر ۸ ر، پتہ دفتر رسالہ عالمگیر بازار سید مٹھا لاہور

عالمگیر کا خاص نمبر بھی ہر سال پابندی سے ماہ جنوری مین نکلتا ہے، مضامین مختلف قسم اور مختلف معیار کے ادبی و تاریخی ہین، افسانے بھی خاصی تعداد مین درج ہین، مختلف مصورون کے موے قلم کی تصویرون سے رسالہ کی زینت مین اضافہ کیا گیا ہے،

سالنامہ کاروان

مرتبہ جناب پروفیسر ایم ڈی تاثیر ایم اے حجم ۲۰۰ صفحے قیمت عہ پتہ رسالہ کاروان چابک سواران لاہور

اس خیال سے ناوان کے سالنامون کی تدریجی ترقیان آخر اپنی انتہا کو پہنچین، اور یہ سالنامہ واقعی معنون مین سالنامہ نکلا یعنی رسالہ "سالنامہ کاروان" سال بھر مین ایک ہی مرتبہ نکلیگا، رسائل کے تبصرہ کی آخری کاپی پریس مین جا چکی ہے کہ اسکا پہلا نمبر ہمین موصول ہوا، اپنے صوری محاسن اور ظاہری خوشنمائیون سے جاذب نظر معلوم ہوا، اور پھر معنوی حیثیت سے بھی اچھا خاصہ ادبی رسالہ نکلا، اس رسالہ کے اجرا کا مقصد ایک بلند پایہ ادبی رسالہ کی اشاعت ہے، جو علم ادب کی خدمت کر سکے، اور اردو دان طبقہ مین فن تصویر کا صحیح مذاق پیدا کرے، "جاوید نامہ" "قصہ چہار درویش" اور "جدید ترکی ادبیات" پڑھنے کے لائق مضامین ہین، رسالہ مین بعض مصورون کے شاہکار اور ایرانی خطاط کی وصلیون کے مرقعے درج ہین نیز مصورون پر مضامین کی اشاعت کا خیال بھی ہے، اوسکی پہلی کڑی استاد کمال الدین بہزاد ہے، ہم نہایت خوشی کے ساتھ اس نووارد مہمان کا خیر مقدم کرتے ہین،

دو نئے رسالے	ان رسائل پر لکھنے کے بعد دو نئے رسالے ہمین موصول ہوئے، "مساوات" پھلواری ٹپنہ اور "بچون کی دنیا" الہ آباد ہین،

مساوات

پھلواری (پٹنہ) (سہ روزہ) حجم ۲۰ صفحے، مقام اشاعت پھلواری شریف ضلع پٹنہ قیمت سالانہ عہ ر

مساوات ایک مفید مقصد یعنی ہندوستان کے تمام کمزور اور غریب مسلم اقوام کی ترجمانی کیلئے نکلا ہے، بعض پرچے دیکھنے مین آئے مرتب کے نوٹون مین ہندوستان کے عام سیاسی مسائل پر رائے زنی کیجاتی ہے، اور مضامین مین ایسی مسلمان قومون کو ابھرنے اور اصلاح و ترقی کی دعوت دینے کی کوشش کی گئی ہے، جو معاشرتی حیثیت سے کہین کہین ابھی تک فروتر سمجھی جاتی ہین، رسالے کے نگران جناب خانصاحب سردار محمد اسلام صاحب بی اے، رئیس گمتیا گیا ہین، بہار کی سرزمین اردو صحافت کیلئے شور ہے، خدا اسے عمر عطا کرے،

بچون کی دنیا

الہ آباد (ماہانہ) اڈیٹر جناب یوی دت شکل، پتہ انڈین پریس الہ آباد حجم ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ عہ ر

یہ بچون کا ایک دلفریب خوشنما اور اچھے کاغذ پر اچھی لکھائی چھپائی کا ایک خوبصورت رسالہ ہے، جو کچھ دنون سے جاری ہے، مضامین بچون کی استعداد کے مطابق اور معلومات بڑھانے والے ہین، اور کہانیان بھی بچون کے دلپسند اور سبق آموز ہین لیکن افسوس ہے کہ جنوری نمبر کے بعض مضامین ہمین پسند نہین آئے، مثلاً پہلا ہی مضمون جسمین رانا چتور اور اکبر کی جنگ آزمائی اور اوسکی تصویر دکھائی گئی ہے، یہ حب الوطنی (جس پر اسی رسالہ مین متعدد نظمین ہین) کی کوئی بہتر خدمت نہین، بچون کے معصوم دماغون کو جہانتک ممکن ہو مسموم ہواؤن کے خفیف سے خفیف جھونکون سے بھی بچایا جانا چاہیے، "ض"

مطبوعاتِ جدیدہ

الانجم الطوالع، مرتبہ مولوی ابو الطیب محمد یعقوب بخش صاحب راغب بدایونی، ۵۴ صفحے تقطیع چھوٹی، قیمت باعتبار کاغذ و جلد ۱۲ عہ، مرتب سے محلہ سوتھہ کوٹی بدایون کے پتہ سے طلب کرین،

الانجم الطوالع قدیم علم ہیئت مین ایک رسالہ ہے، جسمین یونانی ہیئت دان ایقلاوس کے مشہور و نایاب قیمتی رسالہ کتاب المطالع کا عکس شائع کیا گیا ہے، کتاب المطالع کے اس نسخہ کو علامہ قطب الدین شیرازی نے ۶۶۲ھ مین محقق طوسی کے نسخہ کے مسودے سے نقل کیا تھا، مرتب نے اس قلمی نسخہ کو چھاپ کر اسلامی علم ہیئت کی ایک مفید خدمت انجام دی ہے، رسالہ کی ابتدا مین ۳۴ صفحون کا ایک قیمتی مقدمہ اردو مین ہے، جسمین اسلامی علم ہیئت کی مختصر سرگذشت، مسلمان علمائے ہیئت کا سرسری تعارف اور اون کے علمی کارنامے اور پھر محقق طوسی کے مختصر حالات اور اون کے علم ہیئت کے خدمات کو جامعیت سے بیان کیا گیا ہے، رسالہ کے آخر مین کتاب المطالع کے عکس کا صاف فارسی خط مین عربی متن اور کتاب المطالع کا اردو ترجمہ بھی منسلک ہے، مرتب کے پاس محقق طوسی کے چند دیگر قلمی رسائل بھی محفوظ ہین، جنھین وہ شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہین،

السہم المصیب فی الرد علی الخطیب (عربی) تالیف سلطان ابوبکر بن ایوب ۳۶ صفحے ناشر کتب خانہ اعزاز دیوبند سہارنپور،

خطیب بغدادی نے اپنی مشہور کتاب تاریخ بغداد مین حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے حالات بھی لکھے ہین جنھین انکی جرح اور جرح دونون لکھے ہین، کچھ دن گذرے کہ کسی صاحب نے تاریخ بغداد کے حصۂ جرح کو مع اردو ترجمہ کے شائع کیا تھا ہمین جب وہ کتاب موصول ہوئی تھی، تو ہم نے اوسی وقت خدمت علم کے اس نازیبا طریقہ سے اختلاف کیا تھا اور اس خطرہ کو پیش کیا تھا کہ اس کے جواب مین عربی کی قدیم قلمی کتابون کے اور دوسرے اوراق بھی شائع ہو سکتے ہین عجب اتفاق کہ یہ شبہہ صحیح نکلا، چنانچہ زیرِ تبصرہ رسالہ اوسی اردو ترجمہ کی اشاعت کے باعث شائع کیا گیا ہے، اس رسالہ کو سلطان ابوبکر بن ایوب نے اوسی حصۂ جرح کے جواب مین ۶۲۲ھ مین تالیف کیا تھا اس کا قلمی نسخہ مکہ معظمہ کے کتب خانہ مین محفوظ تھا، جن لوگون نے خطیب بغدادی والے رسالہ کو دیکھا ہے وہ اسکو بھی طلب کرکے پڑھ سکتے ہین طرزِ جواب اگرچہ الجھا ہوا ہے، تاہم مفید ہے،

تاریخ ادبیاتِ ایران ترجمہ جناب سید سجاد حسین صاحب ایم اے، مددگار پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ، حجم ۵۶۴ صفحے چھپائی ٹائپ مین قیمت مجلد للعہ، غیر مجلد للعہ پتہ۔ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن،

پروفیسر براؤن کی مشہور تصنیف "تاریخ ادبیاتِ ایران" اردو دان طبقہ مین مدت سے روشناس ہے، اوس کے اردو ترجمہ کا بیڑا ایک زمانہ گذرا، انجمن ترقی اردو نے اوٹھایا تھا، مسرت ہے کہ کارکنانِ انجمن کا ارادہ عملی صورت مین اب تکمیل کو پہنچا، اور اوسکی پہلی جلد مطبع سے نکل آئی ہے، ابتدا مین پروفیسر براؤن کے وہ خطوط جو اس کے اردو ترجمہ سے متعلق ہین، منسلک ہین،

دین و دولت، از جناب مولوی سید محمود علی صاحب پروفیسر اندھیر کالج گیور تھلہ، ناشر انجمن حمایتِ اسلام لاہور، ۲۷۰ صفحے، قیمت ۱۲،

"دین و دولت" متکلمانہ رنگ کی ایک تالیف ہے، جسمین تاریخ کے واقعات و شواہد سے دکھایا گیا ہی، کہ مسلمانون کے عروج و زوال کے اسباب کیا رہے، اور کیا ہین اور اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے فلاح و سعادت کی کیسی راہین اون پر کھل چکی ہین، اور ایسے کون سے وسائل ہین جن سے مسلمان اب بھی فوز و فلاح پا سکتے ہین، کتاب غور و فکر سے لکھی گئی ہے، لیکن یا تو دقتِ مباحث کے باعث اور یا اسلوبِ بیان مین مباحث و مقصود و مدعا کے پھیل جانے سے کتاب کو وقتِ نظر سے پڑھنے کی ضرورت ہوگی،

معجزاتِ اسلام:- مصنفہ جناب قاضی ظہور الحسن صاحب سیوہاروی، ۱۱۰ صفحے قیمت ۸ مصنف سے بتوسط

مولوی فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ محلہ عابد شاپ حیدرآباد دکن کے پتہ سے مل سکتی ہی،

معجزات اسلام مین اسلام اور پیغمبر اسلام (صلعم) کے متعلق ایسی پیشینگوئیان درج کی گئی ہین، جو مصنف کی تحقیق کے روسے مختلف مذاہب یہودی، عیسائیت، بدھ مت، زرتشت اور ہندو دھرم کی مذہبی کتابون مین پائی جاتی ہین اور نیز ان مذاہب کی ان کتابون پر بھی تنقیدی نظر ڈالی گئی ہی، کتاب محنت سے لکھی گئی ہی اور مطالعہ کے قابل ہی، اگرچہ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت ناقص ہی،

رسول کریم:- از مولوی محمد حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی ناشر مجلس علمی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، سورت، ۲۰۰ صفحے،

"رسول کریم" مدارس کے متوسط استعداد کے طلبہ کے لئے عربی کی درسی کتابون دروس التاریخ محی الدین خیاط اور نور الیقین، خضری وبعض دیگر کتب سیرت سے مرتب ہوئی ہی کتاب کی ترتیب وتبویب اچھی طرز بیان صاف اور عام فہم اور زبان سادہ اور سلیس ہے اور مدرسون کے درجون مین پڑھائے جانے کے لائق ہی،

مومن وغالب:- از جناب حکیم سید اعجاز احمد صاحب معجز بہسوانی ناشر دائرہ ادبیہ فیض آباد حجم چھوٹی تقطیع کے ۴۸ صفحے لکھائی چھپائی ناقص قیمت ۸ر

مومن وغالب مین اردو کے ان دونون شعراء کا ایک دوسرے سے موازنہ کرکے غالب پر مومن کو ترجیح دی گئی ہے، اور ناقد نے بتایا ہی کہ مرزا غالب کا اصل سرمایۂ ناز اون کی فارسی شاعری ہے، اور اسی لحاظ سے وہ صاحب کمال سمجھے جاتے تھے ابتدا مین جناب شاکر حسین صاحب نکہت کا مختصر مقدمہ ہے، جس مین مرزا غالب پر سخت لب ولہجہ مین تنقید ہی،

محنت:- از جناب محمد عبد الغفار صاحب مدہولی، ناشر مکتبۂ جامعہ ملیہ، دہلی حجم چھوٹی تقطیع کے ۴۰ صفحے، قیمت ۴ر

یہ ایک سبق آموز ڈرامہ ہے، جو بچون کے لئے لکھا گیا ہے، اور دکھایا گیا ہے، کہ انسان محنت ہی سے روٹی کما سکتا ہے،

"س"

جلد ۳۱ | ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۳۳ء | عدد ۳

مضامین